محبوبِ الٰہی

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى إِذَا أَحَبَّ عَبْدًا نَادٰى جِبْرِيْلَ إِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَحَبَّ فُلَانًا فَأَحِبَّهُ فَيُحِبُّهُ جِبْرِيْلُ، ثُمَّ يُنَادِي جِبْرِيْلُ فِي السَّمَاءِ إِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَحَبَّ فُلَانًا، فَأَحِبُّوهُ فَيُحِبُّهُ أَهْلُ السَّمَاءِ وَيُوْضَعُ لَهُ الْقَبُوْلُ فِي أَهْلِ الْأَرْضِ.)) (صحیح بخاری، رقم: ۷۴۸۵)

"ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبریل علیہ السلام کو آواز دیتا ہے کہ اللہ فلاں سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو۔ چناں چہ جبریل علیہ السلام بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔ پھر وہ آسمان میں آواز دیتے ہیں کہ اللہ فلاں سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو۔ چناں چہ اہل آسمان بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور اس طرح روئے زمین میں بھی اسے مقبولیت حاصل ہو جاتی ہے۔"

دعا کی اہمیت وفضیلت ②

۵: **دعا اگر دنیا میں قبول نہ ہو تو.....** حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَدْعُوْ بِدَعْوَةٍ لَيْسَ فِيْهَا إِثْمٌ ، وَلَا قَطِيْعَةُ رَحِمٍ إِلَّا أَعْطَاهُ اللّٰهُ بِهَا إِحْدَى ثَلَاثٍ إِمَّا أَنْ تُعَجَّلَ لَهٗ دَعْوَتُهٗ وَإِمَّا أَنْ يَدَّخِرَهَا لَهٗ فِي الْآخِرَةِ وَإِمَّا أَنْ يَصْرِفَ عَنْهُ مِنَ السُّوْءِ مِثْلِهَا قَالُوْا إِذَا نُكْثِرُ قَالَ اللّٰهُ أَكْثَرُ .)) (مسند احمد: ۱۸/۳۔ صحيح الترغيب: ۱٦۳۳)

''جب بھی کوئی مسلمان دعا کرتا ہے جس میں نافرمانی اور قطع رحمی (رشتہ داری توڑنا) نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اسے تین چیزوں میں سے ایک چیز عطا فرماتا ہے: ① یا تو (دنیا میں) اس کی دعا کو جلد قبول فرمالیتا ہے۔ یا ② آخرت میں اس دعا کو اس کے لیے ذخیرہ بنا دیتا ہے۔ یا ③ اس سے اس کے برابر کسی مصیبت کو ٹال دیتا ہے۔''

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ ہم تو کثرت کے ساتھ دعائیں کریں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ (کی رحمت اور اس کا فضل) بہت زیادہ وسیع ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب انسان دعا کرتا ہے لیکن اگر اس کی دعا دنیا میں قبول نہ ہو تو پریشان نہیں ہونا چاہیے بلکہ اللہ تعالیٰ پر پورا توکل رکھ کر اللہ کے سامنے مزید اپنی آرزو تمنا رکھنی چاہیے۔

٦: **مرنے کے بعد بھی ثواب:** حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ لَيَرْفَعُ الدَّرَجَةَ لِلْعَبْدِ الصَّالِحِ فِي الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ أَنَّى لِيْ هٰذِهِ فَيَقُوْلُ بِاسْتِغْفَارِ وَلَدِكَ لَكَ .)) (مسند احمد: ۵۰۲/۲۔ الصحيحة: ۱۵۹۸)

''بے شک اللہ عزوجل جنت میں نیک بندے کے درجات بلند فرماتے ہیں بندہ عرض کرے گا کہ اے اللہ یہ درجہ مجھے کیوں دیا گیا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ یہ درجہ تیرے بیٹے کے استغفار کے ذریعے (تجھے) حاصل ہوا ہے۔''

((عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ إِنْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهٗ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهٖ أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُوْ لَهٗ .)) (صحيح مسلم، كتاب الوصية، باب ما يلحق الإنسان من الثواب بعد وفاته، رقم: ۱٦۳۱)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کے تمام اعمال منقطع ہو جاتے ہیں لیکن تین اعمال کے سوا ① صدقہ جاریہ، ② ایسا علم جس سے (لوگ) فائدہ حاصل کرتے رہیں، ③ نیک اولاد جو والدین کے لیے دعا کرتی رہے۔''

ان تمام احادیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دعا کی فضیلت بہت زیادہ ہے اس لیے ہم کو ہر وقت اللہ تعالیٰ کے ہاں گڑگڑانا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔ (عبدالرحیم بلتستانی)

فہرست

۞ جواھر پارے	محبوبِ الٰہی		
۞ کلمہ طیّبہ	دعا کی اہمیت وفضیلت (۲)		
۞ اداریہ		(حافظ احمد شاکر)	2
۞ درس قرآن	تفسیر سورۃ الفاطر......(۱۰)	(مولانا ارشاد الحق اثری)	4
۞ درس حدیث	توفیق الباری	(حافظ محمد اشرف سعید)	9
۞ علوم الحدیث	روایت حدیث کی شروط	(ترجمہ: حافظ عطاء الرحمٰن علوی)	12
۞ سیرت نبویؐ	نبیؐ کی سیرتِ طیبہ پنجابی زبان میں......(۱)	(محمد اسحاق بھٹی)	16
۞ تعلیم وتربیت	عربی زبان کے بارے میں ضروریات......(۳)	(محمد بشیر)	19
۞ تذکرہ علمائے اھل حدیث	فاتح شیعیت مولانا محمد صدیق بلوچ......(۲)	(مولانا محمد عبیداللہ خاں عفیف)	25
۞ شعروادب	غزل	(ماہر القادری)	

اداریہ

حالِ دل

حافظ احمد شاکر

دارالدعوۃ السّلفیہ غیر سیاسی، غیر تنظیمی......یعنی جماعت کے کسی تنظیم سے با قاعدہ منسلک نہ ہونا......ایک خالص علمی وتبلیغی ادارہ ہے۔

علمی بایں معنی کہ اس کے مؤسس رحمہ اللہ نے ۱۹۸۰ء میں اعیانِ جماعت کے سامنے اپنے عمر بھر کے اندوختہ ہزاروں کتابوں کو تین منزلہ عمارت سمیت جماعت کے لیے وقف کرنے کا اعلان کیا تھا۔ چناں چہ اب جماعت کے اہل علم کے علاوہ غیر جماعتی بلکہ غیر ممالک سے بھی اہل علم تشریف لا کر اس سے مستفید ہوتے ہیں اور عربی واسلامیات کے ایم۔اے، ایم۔فل اور ڈاکٹریٹ کا کسی یونیورسٹی کا کوئی امیدوار کم از کم ایک مرتبہ اس لائبریری سے ضرور مستفید ہوتا ہے اور الحمدللہ کم وبیش یہ لائبریری ہر وقت کسی طالب علم یا صاحب علم کی خدمت میں مشغول رہتی ہے۔ دارالدعوۃ السّلفیہ کی مجلس عاملہ نے اپنے اجلاس منعقدہ...... میں اس لائبریری کو محمد عطاء اللہ حنیف لائبریری کا نام دے دیا ہے۔ اور بحمداللہ مولانا رحمہ اللہ کے کتب خانہ کے بعد اس لائبریری میں مولانا عبدہ الفلاح رحمہ اللہ، مولانا عبدالخالق قدوسی رحمہ اللہ، اور مولانا عاصم الحداد رحمہ اللہ کے وقیع کتب خانوں کا اضافہ ہو چکا ہے۔

انتظامی طور پر الاعتصام کو بھی پھر اسی دارالدعوۃ السّلفیہ کے زیر انتظام کر دیا تھا۔ بفضلہٖ تعالیٰ محبان دارالدعوۃ السّلفیہ اور قارئین الاعتصام کی محبتوں اور نوازشوں سے دارالدعوۃ السّلفیہ اب تک برسرِ عمل ہے۔

اس ادارے میں ایک مسجد بھی ہے جس میں پنج وقتہ نماز اور نماز تراویح کا اہتمام تو شروع دن ہی سے تھا اب کچھ سالوں سے نماز ظہر کے بعد صرف دس منٹ کے لیے ایک دو احادیث مبارکہ کا درس شروع کیا ہوا ہے جو بفضلہٖ تعالیٰ جاری ہے۔

چند ماہ سے ہماری درخواست پر محترم جناب مولانا محمد عبیداللہ عفیف حفظہ اللہ منگل کے دن نماز ظہر سے نماز عصر تک ادارہ میں تشریف لاتے ہیں یہ اپنی نگارشات اور فتاویٰ جات سے بھی نوازتے ہیں اور طالبان مسائل دینیہ کو ملاقات پر سوالات کے جوابات سے مطمئن بھی کرتے ہیں۔

دارالدعوۃ السّلفیہ ہی کا ایک اہم شعبہ ''المجلس العلمی السّلفی'' ہے جس میں کتب کی تحقیق، تدوین اور ترتیب کا کام کیا جاتا ہے۔ گزشتہ سال ادارے کی معروف ومقبول کتاب منتقی الاخبار مترجم (جس کے اس سے قبل دو ایڈیشن شائع ہو چکے تھے) کا تیسرا ایڈیشن نئی ترتیب وتہذیب کے ساتھ بہت خوب صورت انداز میں شائع کیا تھا پھر اس کے بعد نواب سیّد صدیق حسن خاں بھوپالی رحمہ اللہ کی خودنوشت (ابقاء المنن بالقاء المحن) جو تسہیل وتہذیب کے ساتھ کئی سال قبل شائع کی گئی تھی۔ گزشتہ سال اس کا جدید ایڈیشن نئی کمپوزنگ، نئے ٹائٹل اور نئی جلد بندی کے ساتھ طبع ہو کر بازار میں آ چکا ہے۔ امسال ہفت روزہ ''الاعتصام'' کا حجیت حدیث نمبر (۱۹۵۶ء میں جس کی طبع اوّل طبع ہوئی تھی اب) اس کو بھی جدید کمپیوٹر کمپوزنگ عمدہ کاغذ اور نفیس جلد کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔

یہ سارا کام لائبریری میں ہوتا ہے جہاں دو رفقائے کار اصحاب علم وطلباء علم کی خدمت کے ساتھ تحقیق وتخریج اور لائبریری کی ترتیب میں ہمہ وقت مصروف رہتے ہیں۔ ادارے میں اس وقت تین (U.P.S) زیر استعمال ہیں جن کی تنصیب کے اخراجات کی توفیق اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک ہی بندے کو عطا فرمادی۔ اسی طرح لائبریری میں تحقیقی کاموں کے لئے تین عدد P-4 کمپیوٹر بھی ہیں ایک الاعتصام کے لیے اور دو عدد دیگر تحقیقی کاموں میں استعمال کئے جاتے ہیں۔

یہ اجمالی ساخا کہ ہے ان کاموں کا جو دارالدعوۃ السّلفیہ میں سرانجام دیئے جا رہے ہیں۔ باقی رہا الاعتصام تو وہ تو ہر ہفتے باقاعدگی کے ساتھ قارئین

کی خدمت میں پہنچ رہا ہے اور عامۃ المسلمین اس سے بحمداللہ مستفید ہورہے ہیں۔

مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ علمی ذخیرہ میں نئی تصنیف وتالیف کی بجائے علمائے متقدمین کی علمی خدمات زندہ کرنے کے ہمیشہ متمنی رہے، چنانچہ کتب حدیث پر مسلک محدثین کے مطابق حواشی دارالدعوۃ السلفیۃ کے مؤسس رحمہ اللہ کا دیرینہ خواب تھا۔ خصوصاً مشکوۃ شریف پر حواشی، کہ طلباء علوم دینیہ کی اکثریت اس کو ضرور پڑھتی ہے، کی خواہش ان کو بہت تھی جس بناء پر انہوں نے ۱۹۵۱ء میں مولانا عبداللہ رحمانی رحمہ اللہ سے کام شروع کروایا تو وہ ایک طویل شرح کی صورت اختیار کرگئی، پھر انہی دنوں ان کو علم ہوا کہ تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث المشکوۃ، جس کی پہلی دو جلدیں مطبع مجتبائی دہلی سے طبع ہوچکی تھیں، کے تیسرے اور چوتھے حصے کا مسودہ کراچی میں موجود ہے۔ چنانچہ کراچی جاکر انہوں نے مخطوطہ خرید لیا لیکن اس پر کام کرنا اللہ تعالیٰ کو تب منظور ہوا جب دارالدعوۃ السلفیۃ کا قیام عمل میں آگیا۔ الحمدللہ تیسرے حصے پر مولانا رحمہ اللہ نے بذاتِ خود اس کے کرم خوردہ مقامات کی تکمیل بھی کی اور بعض مقامات پر حسب حال حل لغات کا اضافہ بھی کیا۔ اور اس کی چوتھی جلد پر یہی کام دارالدعوۃ السلفیۃ کے فاضل رفقاء حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ اور قاری نعیم الحق رحمہ اللہ نے کیا اور بحمدللہ دارالدعوۃ السلفیۃ سے مکمل نسخے کی طباعت بھی ہوچکی ہے جس کی ایک سے زیادہ اشاعتیں طبع ہوچکی ہیں۔ چنانچہ دارالدعوۃ السلفیۃ کی مجلس عاملہ کی مختلف نشستوں میں مؤسس رحمہ اللہ کی خواہش دیرینہ حواشی مشکوٰۃ شریف کی تکمیل کا فیصلہ کیا گیا۔

بفضل اللہ تعالیٰ وعونہ صدر محترم مولانا ابوبکر صدیق حفظہ اللہ کی دائمی شفقت ونگرانی سے اس منصوبہ کو شروع کردیا اور ہماری مجلس عاملہ کی دو اہم علمی شخصیات (محترم مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ اور محترم مولانا حافظ عبدالحمید ازہر حفظہ اللہ) کی راہنمائی میں مختلف اوقات میں غور وخوض کے بعد تنقیح الرواۃ کی مزید تخریج، تحقیق وتنقیح کا ایک منہج طے کرلیا گیا بلکہ کچھ حصے پر کام بھی ہوچکا ہے۔ اب خواہش ہے کہ حدیث پاک کی یہ خدمت جلد از جلد پایہ تکمیل تک، یعنی تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث المشکوۃ جدید ترتیب وتخریج کے ساتھ کمپیوٹر کمپوزنگ اور اعلیٰ طباعت کے ساتھ طبع ہوجائے۔ لیکن اس کے لئے افراد کار کی ضرورت ہے۔ اب ہمارے ایک ہی رفیق کار مولانا عبدالرحمان حفظہ اللہ ہیں جو اکیلے یہ خدمت انجام دے رہے ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے علم میں اگر بہتر ہو تو ہماری خواہش ہے کہ کم از کم مزید دو اصحاب علم کی خدمات حاصل کریں جو ہمارے اختیار کردہ منہج کے مطابق ہمارے ساتھ مل کر یہ کام کریں تاکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ دارالدعوۃ السلفیۃ کے اہداف میں سے ایک ہدف مکمل کرنے کی ہمیں توفیق عنایت فرمادے۔ آمین۔

انسان کی بنیادی ضرورتوں کی مہنگائی نہ کسی سے مخفی ہے اور نہ ہی کوئی اس سے بچا ہوا ہے۔ چند سالوں میں آٹا، چینی، دال، سبزی، چاول، اور گھی کے نرخ کس حد تک بڑھ چکے ہیں۔ پاکستان میں بسنے والے ہر فرد پر یہ آشکارا ہے۔ ہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا شکر کس طرح اور کس حد تک ادا کریں کہ وہ محض اپنے فضل سے ہی ہمیں یہ خدمت سرانجام دینے کی توفیق سے نواز رہا ہے۔ پھر محبان دارالدعوۃ اور قارئین الاعتصام کے لیے دارالدعوۃ السّلفیہ کے اراکین عاملہ اور دارالدعوۃ السّلفیہ والاعتصام کے کارکنان سراپا تشکر ہیں کہ وہ اس طوفانی مہنگائی کے باوجود دارالدعوۃ اور الاعتصام کو یاد ہی نہیں رکھتے بلکہ جب بھی ہم پکارتے ہیں وہ بہ طیب خاطر اس ناتواں آواز پر لبیک کہتے ہوئے ہمارے ساتھ آن کھڑے ہوتے ہیں۔ جزاہم اللہ تعالیٰ عنا وعن المسلمین خیر الجزاء.

احباب سے ہم عموماً رمضان المبارک میں درخواست کرتے ہیں اور احباب عطیات ونوازشات کی برکھا برسا دیتے ہیں لیکن تقریباً چار سال قبل ادارے کے حالات نے یہ رخ اختیار کرلیا ہے کہ رمضان المبارک سے ایک ماہ قبل ہمیں اخراجات کے لیے قرض لینا پڑا جو رمضان میں ادا کردیا، اگلے سال دو ماہ قبل ایسی ہی صورت سے دوچار ہونا پڑا پھر اس کے اگلے سال یہ خلا تین ماہ تک طویل ہوگیا اور امسال رمضان المبارک میں ابھی چار ماہ ہیں کہ ہم قارئین کرام سے حال دل کہنے پر مجبور ہوگئے ہیں ؎ کہہ چکا اس قدر پھر وہی تشنگی دل کی — کچھ سمجھ میں نہیں آتا مجھے کہنا کیا ہے

درس قرآن — قسط نمبر ۱۰

تفسیر سورۃ الفاطر

مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ

﴿يَآ اَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ؕ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۫ۖ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝﴾ (الفاطر: ۳)

''اے لوگو! اللہ کی نعمت یاد کرو جو تم پر ہے، کیا اللہ کے سوا کوئی پیدا کرنے والا ہے، جو تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہو؟ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، تو تم کہاں بہکائے جاتے ہو؟''

پہلے جملہ میں تمام انسانوں سے خطاب ہے، گو اس کے اوّلین مخاطب مشرکین قریش تھے، کہ اللہ نے تمہارے اوپر جس قدر انعامات کیے ہیں انہیں یاد کرو، نعمتوں کو یاد کرنے کا حکم صرف زبان سے نہیں بلکہ زبان کے ساتھ ساتھ دل سے بھی اس کا اعتراف کرو کہ اللہ ہی ولی نعمت ہے کوئی اور نہیں، اور کفرانِ نعمت سے بھی بچو کہیں ایسا نہ ہو کہ نعمت تم سے چھن جائے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ مَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْئَرُوْنَ ۝﴾ (النحل: ۵۳)

''اور تمہارے پاس جو بھی نعمت ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے، پھر جب تمہیں تکلیف پہنچتی ہے تو اس کی طرف تم گڑ گڑاتے ہو۔''

یہ نعمت رزق ہو، صحت وعافیت ہو، مال واولاد ہو، فتح ونصرت ہو، علم اور عمل صالح ہو یہ سب اللہ ہی کی مہربانی سے حاصل ہے، تکلیف پہنچتی ہے تو اس کا ازالہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کرتے ہیں۔ غرضیکہ نعمت نفع ہو یا نعمت دفع سب اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے ہے۔ یہ تو منکرین ومشرکین کا طریقہ ہے کہ نعمت کو اللہ کے سوا کسی اور کو اپنا ولی نعمت سمجھتا ہے اور اس سے نعمت کا طلب گار بنتا ہے، یا اس کے حصول کا سبب اپنے تدبر، لگن اور علم کو قرار دیتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

﴿فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ۫ ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا ۙ قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ ؕ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝﴾ (الزمر: ۴۹)

''پھر جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہمیں پکارتا ہے، پھر جب ہم اسے اپنی طرف سے کوئی نعمت عطا کرتے ہیں تو کہتا ہے یہ مجھے ایک علم کی بنیاد ہی پر دی گئی ہے۔ بلکہ وہ ایک آزمائش ہے لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔''

قارون کو جب موسیٰ علیہ السلام نے سمجھایا کہ دنیا کے پیچھے اپنی آخرت کو فراموش نہ کرو، اللہ نے تمہارے اوپر احسان کیا ہے تو تم احسان سے پیش آؤ اور زمین میں اپنے مال ودولت کے نشہ میں فتنہ وفساد نہ پھیلا تو اس نے کہا:

﴿قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ ؕ﴾ (القصص: ۷۸)

''مجھے تو یہ ایک علم کی بنا پر دیا گیا ہے۔''

میرے اندر یہ اور یہ صلاحیتیں ہیں، تجارت اور حصول مال کا مجھے ڈھب آتا ہے۔ اسی گھمنڈ میں وہ یہ بھی سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے مال ودولت دی تو وہ جانتا ہے کہ میں اس کا مستحق ہوں اور اللہ مجھ سے راضی ہے۔ کفار عموماً اسی گھمنڈ میں مبتلا تھے اور کہتے تھے:

﴿وَ قَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّ اَوْلَادًا ۙ وَّ مَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ۝﴾ (سبا: ۳۵)

''اور انہوں نے کہا ہم اموال اور اولاد میں زیادہ ہیں اور ہم ہرگز عذاب دیئے جانے والے نہیں ہیں۔''

اللہ کے ہاں اگر ہم مقہور ومعتوب ہوتے تو مال واولاد کی نعمت ہمیں میسر نہ آتی۔ حالاں کہ یہ مال واولاد، اور یہ آرائم وآسائش تو فتنہ ہے۔ ان کے مقابلے میں مومن تمام نعمتوں کو اللہ کی ہی عطاء سمجھتا ہے اور اس کا شکر وسپاس بجا لاتا ہے۔ سیّد کائنات محمد رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے موقعہ پر اپنی حکمت عملی یا اپنے رفقاء کی وفا شعاری اور قوت بازو کا ذکر نہیں فرمایا بلکہ سر جھکائے ہوئے فرمائے جا رہے تھے۔

((الحمد لله الذی نصر عبده وصدق وعده وهزم الاحزاب وحده .)) (سنن النسائی : ۴۸۰۳)

''سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے اپنے بندے کی مدد کی، اپنا وعدہ سچا کر دکھایا اور اس اکیلے نے ہی تمام لشکروں کو مار بھگایا۔''

یہی اعتراف حقیقی ذکر نعمت اور شکر نعمت ہے۔ اسی کا اظہار بعد کے الفاظ میں ہے: ﴿هل من خالق غير الله﴾ کہ کیا اللہ کے سوا کوئی پیدا کرنے والا ہے۔ ''مـــن'' زائدہ ہے خالق مبتدا ہے، یعنی ﴿هل من خالق غير الله﴾ کیا اللہ کے علاوہ کوئی خالق ہے؟

(فتح القدير)

امام رازی ؒ وغیرہ فرماتے ہیں اس میں ''نعمت ایجاد'' کا اشارہ ہے کہ ان نعمتوں کا کوئی اور موجد ہے؟ بلکہ اللہ تعالیٰ ہی سب کا خالق ہے نعمتوں کا موجد بھی وہی ہے اور وہی عبادت کا مستحق ہے۔ جیسا کہ سورۃ البقرہ میں دعوت توحید کا عنوان یہی ہے:

﴿يَاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ o﴾ (البقرة : ۲۱)

''اے لوگو! اپنے ربّ کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا ہے اور ان لوگوں کو بھی جو تم سے پہلے تھے، تاکہ تم بچ جاؤ۔''

جب سب کا وہی خالق ہے اور سب اسی کی مخلوق ہیں تو کوئی بھی عبادت کا استحقاق نہیں رکھتا۔ بلکہ مشرکین اس بات کے معترف تھے کہ اللہ کے علاوہ کوئی خالق نہیں۔

﴿وَ لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ط﴾ (لقمان : ۲۵)

''اور بلاشبہ اگر تو ان سے پوچھے کہ آسمانوں کو اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو ضرور کہیں گے کہ اللہ نے۔''

اسی موضوع کی دیگر آیات العنکبوت: ۶۱، ۶۳۔ النمل: ۵۹، ۶۰۔ المومنون: ۸۴، ۸۵ وغیرہ سورتوں میں ہیں۔ مگر اس اعتراف حقیقت کے باوجود وہ اللہ خالق ومالک کے سوا مخلوق کی عبادت کرتے تھے۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّ هُمْ يُخْلَقُوْنَ وَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا وَّ لَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّ لَا حَيٰوةً وَّ لَا نُشُوْرًا o﴾ (الفرقان : ۳)

''اور انہوں نے اللہ کے سوا کئی اور معبود بنا لیے، جو کوئی چیز پیدا نہیں کرتے اور وہ خود پیدا کیے جاتے ہیں۔ اور اپنے لیے نہ کسی نقصان کے مالک ہیں اور نہ نفع کے اور نہ موت کے مالک ہیں اور نہ زندگی کے اور نہ اٹھائے جانے کے۔''

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿وَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّ هُمْ يُخْلَقُوْنَ o اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ج وَ مَا يَشْعُرُوْنَ لا اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ o﴾ (النحل : ۲۰، ۲۱)

''اور وہ لوگ جنہیں وہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں، وہ کچھ بھی پیدا نہیں کرتے اور وہ خود پیدا کیے جاتے ہیں۔ مردے ہیں زندہ نہیں ہیں اور وہ نہیں جانتے کب اٹھائے جائیں گے۔''

بلکہ یہ بھی فرمایا:

﴿يٰاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّ لَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ط وَ اِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ط ضَعُفَ الطَّالِبُ وَ الْمَطْلُوْبُ o﴾ (الحج : ۷۳)

''اے لوگو! ایک مثال بیان کی گئی ہے سو اسے غور سے سنو! بے شک وہ لوگ جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، ہرگز ایک مکھی

پیدا نہیں کریں گے، خواہ وہ اس کے لیے جمع ہو جائیں اور اگر
مکھی ان سے کوئی چیز چھین لے وہ اسے اس سے چھڑا نہ
پائیں گے، کمزور ہے مانگنے والا اور وہ بھی جس سے مانگا گیا۔''

علامہ شہاب الدین سیّد محمود آلوسی ﵀ مفتی بغداد، اپنی معروف تفسیر روح المعانی میں اسی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس آیت میں ان غالیوں کی مذمت کا اشارہ ہے جو وہ اولیائے کرام کے بارے میں غلو کرتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ سے غافل ہو کر مشکلات میں ان سے مدد مانگتے ہیں۔ ان کی نذر و منت مانتے ہیں۔ ان میں جو کچھ عقل مند ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ بزرگ اللہ کے ہاں ہمارا وسیلہ ہیں، ہم نذر اللہ کی مانگتے ہیں اور اس کا ثواب بزرگوں کو پہنچاتے ہیں۔ اور یہ کوئی پوشیدہ بات نہیں کہ وہ اپنے پہلے دعویٰ میں بتوں کی پرستش کرنے والوں کے مشابہ ہیں۔ جو کہتے تھے کہ ہم ان کی عبادت اس لیے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیتے ہیں۔

اور ان کے دوسرے دعویٰ میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ وہ ان سے اپنے مریضوں کی شفا یا ان کے گم شدہ کو لوٹانے وغیرہ جیسے معاملات کو ان سے طلب نہ کریں۔ اور ان کے حال سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ایسے امور ان سے طلب کرتے ہیں۔ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اگر انہیں کہا جائے کہ وہ اللہ کی نذر مانگیں اور اس کا ثواب اپنے والدین کو پہنچائیں جو اولیائے کرام سے اس ثواب کے زیادہ مستحق ہیں تو ایسا وہ نہیں کریں گے۔ میں نے ان میں سے اکثر کو دیکھا جو اولیائے کرام کی قبروں کی چوکھٹ پر سجدہ کرتے ہیں، ان میں سے بعض وہ ہیں جو قبروں میں پڑے بزرگوں میں تصرف ثابت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حسب مراتب ان میں تصرف کے مراتب و درجات مختلف ہیں۔ اور جو ان میں پڑھے لکھے ہیں وہ چار یا پانچ بزرگوں میں تصرف کے قائل ہیں۔ اور جب ان سے اس بارے میں دلیل طلب کی جائے تو کہتے ہیں کہ یہ سب بذریعہ کشف ثابت شدہ حقیقت ہے۔

"قاتلهم الله تعالى ما اجهلهم واكثر افتراء هم"

اللہ انہیں ہلاک و برباد کرے کس قدر ان کی جہالت اور ان کا افتراء ہے۔ اور بعض وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ یہ بزرگ قبروں سے نکل کر مختلف شکلیں اختیار کر لیتے ہیں۔ اور ان کے علماء کہتے ہیں کہ ان کی ارواح مختلف شکلوں میں ظاہر ہوتی ہیں اور جہاں چاہتے ہیں آتے جاتے ہیں۔ بسا اوقات وہ شیر اور ہرن کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ یہ سب باتیں باطل ہیں۔ کتاب و سنت میں اور سلف کے کلام میں اس کی کوئی بنیاد نہیں، ان لوگوں نے سادہ لوح انسانوں کے دین میں فساد پیدا کر دیا ہے۔ یہود و نصاریٰ اور دھریوں کے نزدیک دین کو مذاق بنا دیا ہے ہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے عفو و عافیت کے طلب گار ہیں۔

(روح المعانی، ج:١٧، ص:١٩٣)

﴿یرزقکم من السماء والارض﴾ یہ مبتدا کی خبر ہے یا جملہ مستانفہ ہے یا ''خالق'' جو مبتدا واقع ہوا ہے، کی دوسری صفت ہے اور خبر محذوف ہے۔ امام رازی ﵀ نے کہا ہے کہ "یرزقکم" مضارع کے صیغہ میں نعمت رزق کے آخر تک باقی رہنے کا اشارہ ہے۔ شکم مادر سے آخری لمحات تک رزق دینے والا اللہ ہے۔

گویا اللہ تعالیٰ ہی نعمت عطا کرنے والے اور اسے آخری لمحات تک باقی رکھنے والے ہیں۔ نہ کوئی اس کے علاوہ نعمت دینے والا ہے اور نہ ہی اللہ کی دی ہوئی نعمت کو اس کے سوا کوئی اور ختم کرنے والا ہے۔ آسمان سے بارش برسا کر زمین سے تمہارے رزق کا سامان تیار کرنے والا صرف اللہ ہی ہے۔ جیسا کہ قرآنِ مجید میں توحید کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً ۪ وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝﴾ (البقرة: ٢٢)

''جس نے تمہارے لیے زمین کو ایک بچھونا اور آسمان کو ایک چھت بنا دیا اور آسمان سے کچھ پانی اتارا پھر اس کے ساتھ کئی طرح کے پھل تمہاری روزی کے لیے پیدا کیے، پس اللہ کے لیے کسی قسم کے شریک نہ بناؤ، جب کہ تم جانتے ہو۔''

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿وَ فِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَ مَا تُوْعَدُوْنَ﴾ (الذاریات: ۲۲)

''اور آسمان ہی میں تمہارا رزق ہے اور وہ بھی جس کا تم وعدہ دیئے جاتے ہو۔''

''سمـاء'' سے مراد بارش بھی ہے جیسا کہ سابقہ آیت البقرہ میں ہے اور اس سے آسمان پر اللہ کے ہاں لوح محفوظ میں درج رزق بھی مراد ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَ مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَ يَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَ مُسْتَوْدَعَهَا ؕ كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾ (هود: ٦)

''اور زمین میں کوئی چلنے والا (جاندار) نہیں مگر اس کا رزق اللہ کی طرف سے ہے اور وہ اس کے ٹھہرنے کی جگہ اور اس کے سونپے جانے کی جگہ کو جانتا ہے، سب کچھ ایک واضح کتاب میں درج ہے۔''

زمین پر ہر جاندار کو، وہ چھوٹا ہو یا بڑا، سمندروں، دریاؤں میں ہو یا جنگلوں اور صحراؤں میں، سب کو اللہ کی طرف سے رزق مل رہا ہے وہی جانتا ہے کہ ان کا مستقر کہاں ہے اور عارضی ٹھکانا کہاں ہے۔ جہاں کہیں بھی کوئی ہے اسے قسمت کا رزق مل رہا ہے۔ اس کے ساتھ سورۃ العنکبوت کی آیت: ۶۰ بھی ملاحظہ فرمالیجیے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ان الرزق ليطلُب العبد كما يطلبه اجلُه .))

(ابن حبان، ج: ٥، ص: ٩٨)

''رزق بندے کو اسی طرح تلاش کرتا ہے جیسے اسے اس کی موت تلاش کرتی ہے۔''

ایک روایت میں ہے کہ اگر کوئی اپنے رزق سے بھاگے تو رزق اسے جا لیتا ہے جیسے موت جا لیتی ہے۔ (طبرانی)

اسی لیے آپ نے فرمایا: لوگو! اللہ سے ڈرو رزق کی تلاش میں اچھا طریقہ اختیار کرو، ہر ایک اپنے مرنے سے پہلے اپنا رزق پالے گا گو وہ کچھ مؤخر ہو جائے۔ (ابن ماجہ الحاکم)

اس موضوع کی مزید روایات کے لیے الترغیب والترہیب (ج:۲،ص:۵۳۴،۵۳۵) ملاحظہ فرمائیں۔

یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ اس کا اعتراف مشرکین مکہ کو بھی تھا۔ چناں چہ سورۂ یونس میں ہے:

﴿قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ مَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ يُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَ مَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ۝﴾ (يونس: ٣١)

''کہہ دے کون ہے جو تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ یا کون ہے جو کانوں اور آنکھوں کا مالک ہے؟ اور کون زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے؟ اور کون ہے جو ہر کام کی تدبیر کرتا ہے؟ تو وہ ضرور کہیں گے اللہ، تو کہہ پھر کیا تم ڈرتے نہیں؟''

یہاں بھی بالکل یہی اسلوب ہے ان سے پوچھا جاتا ہے: کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق ہے؟ کیا کوئی اور ہے جو آسمان وزمین سے رزق دے رہا ہے؟ وہ اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں کہ نہ کوئی اللہ کے سوا خالق ہے اور نہ ہی رازق، تو ''لا الہ الا ہو'' معبود بھی وہی ہے لہٰذا تم اسے چھوڑ کر کہاں پھر رہے ہو؟ ﴿فانی تؤفکون﴾ پھر تمہیں دھوکا کہاں سے لگا ہے اور کہاں سے بہکائے جا رہے ہو کہ خالق و رازق تو ہو اللہ، مگر تم اس کے سوا دوسروں کو معبود بناتے ہو۔ توحید کی جگہ شرک، سچائی کی بجائے جھوٹ کی طرف پھر رہے ہو۔

"الافك" ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو اپنے صحیح رخ سے پھیر دی گئی ہو۔ اسی بنا پر ان ہواؤں کو جو اپنا اصلی رخ چھوڑ دیں "مؤتفكة" کہا جاتا ہے۔ جھوٹ بھی چوں کہ حقیقت سے پھرا ہوا ہوتا ہے اس لیے اس پر بھی "افك" کا لفظ بولا جاتا ہے۔ اللہ کو رازق تسلیم کرنے کے باوجود شرک کی راہ چلنا جھوٹ کی پیروی کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّ تَخْلُقُوْنَ اِفْكًا ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَ اعْبُدُوْهُ وَ اشْكُرُوْا لَهٗ ؕ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ۝﴾ (العنکبوت: ۱۷)

''تم اللہ کے سوا چند بتوں ہی کی تو عبادت کرتے ہو اور تم سراسر جھوٹ گھڑتے ہو۔ بلاشبہ اللہ کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو تمہارے لیے کسی رزق کے مالک نہیں ہیں، سو تم اللہ کے ہاں ہی رزق تلاش کرو اور اس کی عبادت کرو اور اس کا شکر بجالاؤ، اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔''

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿وَ يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ شَيْـًٔا وَّ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ﴾ (النحل: ۷۳)

''اور وہ اللہ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہیں جو نہ انہیں آسمانوں اور زمین سے کچھ بھی رزق دینے کے مالک ہیں اور نہ وہ (اس کی) طاقت رکھتے ہیں۔''

مشرکین مکہ بتوں کی ہی نہیں فرشتوں کی بھی عبادت کرتے تھے اور عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عبادت کرتے تھے۔ اس آیت سے ان تمام کی نفی ہوگئی کہ جن کی بھی اللہ کے سوا عبادت کی جاتی ہے وہ نہ کسی کے رزق کے مالک ہیں نہ ہی ان میں یہ طاقت وقدرت ہے کہ کسی کو رزق دے سکیں۔ ان سے پہلے کی مخلوق کو رزق کون دیتا ہے؟ لہٰذا جب اللہ کے سوا کوئی رازق نہیں تو بندگی بھی اسی کی ہونی چاہیے اِدھر اُدھر سر مارنے کی بجائے اسی کو اپنا معبود سمجھو۔



پیر سید محبّ اللہ راشدی کی بیوہ کا انتقال

پیر سیّد محبّ اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ کی بیوہ اور پیر سیّد قاسم شاہ صاحب راشدی کی والدہ محترمہ طویل علالت کے بعد ۱۵/اپریل ۲۰۱۱ء بروز جمعۃ المبارک وفات پا گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مرحومہ شب زندہ دار، صالحہ اور مہمان نواز خاتون تھیں۔ ان کی نماز جنازہ میں کثیر احباب جماعت وعزیز واقارب شریک ہوئے۔ پیر سیّد قاسم شاہ صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی۔

قارئین الاعتصام سے مرحومہ کی مغفرت وبلندیٔ درجات کے لیے دعا کی درخواست ہے۔

(مولانا) افتخار احمد الازہری جامعہ بحر العلوم السّلفیہ میر پور خاص، سندھ)

حافظ عبدالحمید گوندل کو صدمہ

جامعہ بحر العلوم السّلفیہ میر پور خاص سندھ کے سابق استاذ بزرگ عالم دین مولانا عبدالجبار گوندل (والد گرامی حافظ عبدالحمید گوندل سابق ایڈیٹر دعوت اہل حدیث، حیدرآباد سندھ) ۱۴/اپریل بروز جمعرات مختصر علالت کے بعد وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

ٹنڈو جان محمد سندھ میں مرحوم کی تدفین ہوئی۔ احباب سے مغفرت کی دعا کی درخواست ہے۔

ادارہ بحر العلوم کے تمام اساتذہ وطلباء حافظ عبدالحمید سے تعزیت کناں ہیں۔ اور مرحوم کی مغفرت وبلندی درجات کی دعا کرتے ہیں۔

(مولانا افتخار احمد الازہری)

درسِ حدیث

توفیق الباری

"الادب المفرد" للبخاری کا اردو ترجمہ مع تشریحات وفوائد

از حضرت نواب سید صدیق حسن خان صاحب رحمہ اللہ
تسہیل: حافظ محمد اشرف سعید (نیوکرول شالامار باغ۔لاہور)

باب: الشؤم فی الفرس

گھوڑے میں نحوست کا بیان

٩٤٢ . عن عبدِ اللّٰهِ بنِ عمرَ، أنّ رسولَ اللّٰهِ ﷺ قالَ: ((اَلشُّؤْمُ فی الدَّارِ وَالمرأةِ والفَرَسِ.))

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوع روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نحوست گھر میں، عورت میں، گھوڑے میں ہے۔" (صحیح شاذ)

٩٤٣ . عن سهل بن سعد، أنّ رسولَ اللّٰه ﷺ قالَ: ((إنْ كانَ الشُّؤْمُ فی شیءٍ فَفِی المَرْأَةِ والفَرَسِ وَالمسْكَنِ.)) (صحیح البخاری)

"حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر شوم یعنی نحوست کسی چیز میں ہوتی تو پھر عورت اور گھوڑے اور گھر میں ہوتی۔"

٩٤٤ . عن أنس بن مالكٍ قال: قال رجلٌ: يا رسولَ اللّٰهِ، إنَّا كنَّا فی دَارٍ كَثُرَ فيها عَدَدُنَا، وكثُرَتْ فيها أموالُنا، فتحولنا إلی دار أخرٰی، فقلَّ فيها عَدَدُنَا وقلّتْ فيها أمْوَالُنا، قالَ رسولُ اللّٰه ﷺ: ((رُدَّهَا، أو دَعُوهَا وهی ذميمةٌ)). قال أبو عبد اللّٰه: فی إسناده نظر.

"حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ ہم ایک گھر میں رہائش رکھتے تھے ہماری تعداد بھی زیادہ ہوگئی اور ہمارا مال بھی زیادہ ہوگیا تھا ہم ایک دوسرے گھر میں منتقل ہوگئے تو ہماری تعداد اولاد اس میں کم ہوگئی اور ہمارا مال بھی کم ہوگیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس گھر کو پھیر دو یا چھوڑ دو یہ گھر برا ہے ابوعبداللہ بخاری نے کہا کہ اس کی اسناد میں نظر ہے۔" (حسن)

باب: العطاس

چھینکنے کا بیان

٩٤٥ . عن أبی هريرةَ، عن النَّبِیِّ ﷺ قالَ: ((إنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ العُطَاسَ وَيَكْرَهُ التَّثَاؤُبَ، فإذا عَطَسَ فحَمِدَ اللّٰهَ فَحَقٌّ علی كُلِّ مسلمٍ سَمِعَهُ أنْ يُشَمِّتَهُ، وأمّا التّثاؤبُ فإنّما هُوَ من الشّيطان فَليردَّهُ ما استطاع، فإذا قالَ هَاهَ، ضَحِكَ منهُ الشَّيْطَانُ.)) (صحیح البخاری)

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند کرتا ہے اور جمائی کو ناپسند کرتا ہے۔ بے شک جمائی شیطان کی طرف سے ہے جہاں تک ہوسکے اس کو روکنے کی کوشش کرنی چاہیے جب کوئی جمائی لیتے ہوئے ہاہ کی آواز نکالتا ہے تو شیطان ہنستا ہے۔"

باب: م ا يقول إذا عطس

چھینک آئے تو کیا کہنا چاہیے

٩٤٦ . عن ابن عبّاس قال: إذا عطسَ أحَدُكُمْ فقالَ: الحمدُ للّٰهِ، قالَ المَلَكَ: رَبّ العالمين، فإذا قالَ: ربِّ العالمين، قال المَلَكُ: يَرْحَمُكَ

اللّٰہُ . (ضعیف الإسناد)

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں تم میں سے جب کوئی چھینکتا ہے اور الحمد للہ کہتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے ربّ العالمین اور جب وہ ربّ العالمین کہتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے یرحمک اللہ اللہ تجھ پر رحم کرے۔''

٩٤٧ . عن أبی هريرة، عن النّبیّ ﷺ قالَ: ((إذا عَطَسَ فَلْيَقُلْ: الحَمْدُ لِلّٰهِ، فإذا قالَ فَلْيَقُلْ لَهُ أخُوهُ أو صَاحِبُهُ: يَرْحَمُكَ اللّٰهُ، فإذَا قالَ لهُ: يَرْحَمُكَ اللّٰهُ، فليقُلْ (هو): يَهْدِيْكَ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكَ .)) قال أبو عبد الله: أَثْبَتُ ما يروىٰ فی هٰذا الباب هٰذا الحديث الذی يروىٰ عن أبی صالح السّمان . (صحيح البخاری)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کسی کو چھینک آئے تو الحمد للہ کہے وہ الحمد للہ کہے تو اس کا بھائی یا صاحب یرحمک اللہ کہے جب وہ یرحمک اللہ کہے اس وقت وہ چھینک لینے والا آدمی کہے يهديك الله ويصلح بالكم اللہ تجھے ہدایت دے اور تیرے تمام کاموں کو درست کرے یا تیرے دل کو درست کرے۔ ابوعبداللہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں یہی حدیث جو ابوصالح السمان سے مروی ہے صحیح اور ثابت ہے۔''

باب: تشميت العاطس

چھینک کا جواب دینا

٩٤٨ . عن عبد الرَّحمٰن بن زياد بن أنعم الإفريقیّ قال: حدَّثنی أبی أنّهم كانوا غزاة فی البحر زمن معاوية، فانضمَّ مركبنا إلى مركب أبی أيُّوب الأنصاریّ، فلمَّا حضرَ غداؤُنا أرسلنا إليهِ فأتانَا، فقالَ: دعوتمونی وأنا صائم، فلم يكنْ لی بُدٌّ مِنْ أنْ أُجيبكُمْ لأنّی سمعتُ رسولَ اللّٰه ﷺ يقولُ: ((إنّ للمسلمِ علی أخيهِ سِتُّ خِصَالٍ واجبةٍ، إنْ تركَ منها شيئاً فقدْ تركَ حقًّا واجباً لأخيهِ عليه: يُسلِّمُ عليهِ إذا لقيَهُ، ويُجيْبُهُ إذا دَعَاهُ، ويُشَمِّتُهُ إذا عَطَسَ، ويَعُودُهُ إِذَا مَرِضَ، ويحضُرُهُ إذا مَاتَ، وينصحُهُ إِذَا اسْتَنْصَحَهُ .)) قالَ: وكانَ معنا رجلٌ مزّاح يقولُ (لرجلٍ) أصاب طعامنا: جزاكَ اللّٰه خيراً وبراً، فغضبَ عليه حينَ أكثر عليه، فقال لأبی أيوب: ما ترىٰ فی رجلٍ إذا قلتُ له: جزاكَ اللّٰه خيراً وبِرًّا غضب وشتمنی؟ فقال أبو أيوب: إنا كنّا نقول: إن من لم يصلحه الخيرَ أصلحه الشَّرُّ، فاقلب عليه . فقال له حينَ أتَاهُ: جزَاكَ اللّٰه شَرًّا وعرًّا، فضحكَ ورضی، وقال: ما تَدَعُ مزاحَكَ؟ فقال الرجلُ: جزَى اللّٰهُ أبَا أيوبٍ الأنصاریّ خيراً .

''عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم افریقی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ جہاد کے لیے بحری جہاز پر امیر معاویہؓ کے زمانہ میں نکلے ہمارا جہاز ابوایوب انصاریؓ کے ساتھ جا ملا جب دوپہر کے کھانے کا وقت ہوا ہم نے ان کو بلایا وہ آئے تو انہوں نے کہا تم نے مجھے بلایا ہے اور میں روزہ سے ہوں مجھ کو تمہاری دعوت قبول کرنے سے چارہ نہ تھا کیوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا وہ فرماتے تھے مسلمان کے اپنے بھائی مسلمان پر چھ حقوق واجب ہیں اگر ان میں سے ایک کو بھی چھوڑ دے گا تو اس نے اپنے بھائی کے حق واجب کو چھوڑ دیا وہ یہ ہیں جب اس سے ملے تو اس کو سلام کرے جب اس کو چھینک آئے تو اس کا جواب دے جب بیمار ہوجائے تو اس کی عیادت کرے جب فوت ہوجائے اس کے جنازے پر حاضر ہو جب وہ خیر خواہی کا طالب ہو تو اس کی خیر خواہی کرے۔ راوی بیان کرتے ہیں ہمارے ساتھ ایک آدمی بہت مزاحیہ تھا وہ کھانے پر موجود ایک سے مذاق کے طور پر بار بار کہتا جزاك الله خيرا وبرا۔ تو وہ آدمی

غصہ میں آجاتا اور گالی نکالتا تو اس آدمی نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے ایسے آدمی کے متعلق پوچھا آپ ایسے آدمی کے بارے میں کیا کہتے ہیں جب میں اس کو جزاك الله خيرا برا کہتا ہوں تو وہ غصہ میں آجاتا ہے اور گالی نکالتا ہے تو ابوایوب رضی اللہ عنہ نے کہا ہم ایسے شخص کے بارے کہا کرتے تھے جب اس کو خیر پسند نہیں تو شر اس کے لیے ٹھیک ہوگی لہٰذا تو یہ بدل کر یہ کہہ جزاك الله شرا وعراً جب وہ شخص آیا تو میں نے جزاك الله شرا وعرا کہا وہ شخص ہنس کر راضی ہوگیا اور کہا تم اپنا مذاق نہیں چھوڑو گے تو اس آدمی نے کہا اللہ تعالیٰ ابوایوب رضی اللہ عنہ کو بھی جزائے خیر دے کہ انہوں نے مجھے یہ جواب سکھایا تو تم خوش ہوگئے۔'' (ضعيف الإسناد)

٩٤٩ . عـن أبـي مسـعـودٍ عن النَّبيِّ ﷺ قالَ: ((أَرْبَعٌ لِلْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ: يَعُودُهُ إِذَا مَرِضَ، وَيَشْهَدُهُ إذا ماتَ، ويُجِيبُهُ إِذَا دَعَاهُ، وَيُشَمِّتُهُ إذا عَطَسَ.)) (صحيح)

''حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مسلمان کے مسلمان پر چار حق ہیں۔ عیادت کرے جب وہ بیمار ہوجائے جب فوت ہوجائے تو اس کے جنازے کے ساتھ جائے جب دعوت دے تو اس کی دعوت قبول کرے جب وہ چھینکے تو اس کو جواب دے۔''

٩٥٠ . عـن البَراء بن عازِب قال: أمرَنا رسولُ اللّٰهِ ﷺ بسبعٍ، ونهانا عن سبعٍ: أمرَنا بِعِيَادَةِ الْمرِيضِ، واتّباعِ الجَنائِزِ، وَتَشْمِيْتِ العَاطِسِ، وإِبْرَارِ الْمُقْسِمِ، ونـصـرِ الْمَظْلُومِ، وإفْشَاءِ السَّلامِ، وإجابةِ الدَّاعِـي، وَنَهَانَا عَن خَوَاتِيْمِ الذَّهَبِ، وعن آنِيَةِ الْفِضَّةِ، وعـن الْمَيَاثِرِ، وَالقَسِّيَّةِ، وَالاسْتَبْرَقِ، والدّيباج، والحرير.

''حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو سات چیزوں کے کرنے کا حکم دیا اور سات چیزوں سے منع فرمایا۔ حکم دیا ہم کو (۱) عیادت مریض کا، (۲) جنازے کے ساتھ جانے کا، (۳) چھینک کا جواب دینے کا، (۴) قسم کھانے والے کی قسم کو پورا کرنے کا، (۵) مظلوم کی مدد کرنے کا، (۶) سلام کرنے کا اور (۷) دعوت کو قبول کرنے کا۔ اور اسی طرح سات چیزوں سے منع فرمایا: سونے کی انگوٹھی پہننے سے۔ چاندی کے برتن استعمال کرنے سے، میاثر بستر کی ریشمی چادر یا سواری پر ڈالنے والا ریشمی کپڑا قس نامی گاؤں کا تیار شدہ کپڑا۔ استبرق، دیباج اور خالص ریشم کے کپڑے پہننے سے منع فرمایا ہے۔'' (صحيح البخاری)

٩٥١ . عـن أبـي هـريـرة، أنّ رسولَ اللّٰهِ ﷺ قـالَ: ((حَـقُّ الْمُسْـلِمِ عَلَى المُسْلِمِ سِتٌّ))، قيـلَ: مـا هِـيَ يـا رسـولَ اللّٰهِ؟ قالَ: ((إذا لَقِيْتَهُ فَسَلِّمْ عَلَيـهِ، وَإذا دَعَـاكَ فـأَجِبْهُ، وَإذا اسْتَنْصَحَكَ فَانْصَحْ لَهُ، وإذا عَطَس فَحَمِدَ اللّٰهَ فشَـمِّتْـهُ، وإذا مَـرِضَ فَعُـدْهُ، وإذا مـاتَ فَاتَّبِعْهُ.)) (صحيح مسلم)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حقوق ہیں۔ عرض کیا گیا وہ کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تو اپنے بھائی سے ملے تو اس کو سلام کہہ۔ جب وہ تجھے بلائے تو اس کے پاس جا، جب تجھ سے خیرخواہی کا طالب ہو تو اس کی خیرخواہی کر جب وہ چھینکے تو اس کا جواب دو، جب بیمار ہوجائے تو اس کی عیادت کرو، جب فوت ہوجائے تو اس کے جنازے کے ساتھ جاؤ۔''



علوم الحدیث

روایت حدیث کی شروط

ازمولانا خلیل احمد رحمہ اللہ ......ترجمہ: حافظ عطاء الرحمٰن علوی

آج سے تقریباً دوسال پہلے دارالعلوم المحمدیہ لاہور کے فارغ التحصیل طلباء کو"اجازۃ روایۃ الحدیث" کی سند جاری کرنے کے لیے ایک پروگرام بنایا گیا جس میں ہم نے کئی کبار علمائے کرام کے ساتھ بہت سے اپنے اساتذہ عظام کو بھی مدعو کیا اور ہر عالم دین کو خطاب کے لیے ایک مخصوص عنوان جاری کیا گیا۔ استادِمکرم مولانا خلیل احمد صاحب، نائب شیخ الحدیث مدرسۃ تقویۃ الاسلام اوڈاں والا (جو اس پروگرام سے دوسال بعد ۲۴ فروری ۲۰۱۱ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے) کو"شروط روایۃ الحدیث" کا عنوان دیا تھا۔

مقصد یہ تھا کہ فارغ التحصیل علماء کو ان شروط کی یاددہانی کرائی جائے جو علماء اور محدثین روایت حدیث کے لیے بیان کرتے ہیں اور سند اجازت میں ان کی طرف اشارہ بھی کیا گیا ہے۔

محترم استاد صاحب اس عنوان پر ایک پرمغز تقریر عربی میں لکھ کر لائے اور پروگرام میں انہوں نے وہ تقریر پڑھ کر سنائی۔ پروگرام کے اختتام پر ہمارے ادارہ کے استاد مولانا حافظ عطاء الرحمٰن علوی حفظہ اللہ جو علم کے بڑے دلدادہ ہیں، نے شیخ محترم سے مسودہ طلب کیا تاکہ اس کی نقل بنوالی جائے تو شیخ موصوف نے فرمایا بیٹا یہی لے لو اور مسودہ ان کے سپرد کردیا۔ استادِگرامی کی وفات کے بعد اس مسودہ کا تذکرہ ہوا تو میرے توجہ دلانے پر حافظ صاحب موصوف نے اس کو اردو کے قالب میں ڈھال دیا۔ اللہ تعالیٰ اس کو شیخ محترم اور حافظ صاحب موصوف کے لیے ذخیرہ آخرت بنائے اور قارئین کو اس سے استفادہ کی توفیق دے۔ (عبداللہ رفیق)

﴿انا نحن نزلنا الذكر وانا له لحافظون﴾

علمائے حدیث اور مسلمان بھائیو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

اما بعد!

آج میں یہ ارادہ لیے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ آپ کے سامنے احادیث روایت کرنے کی شروط پیش خدمت کروں۔ یہ بات جاننا ضروری ہے کہ دین اسلام کی بنیاد دو چیزیں ہیں۔ قرآنِ حکیم اور حدیث شریف۔ ان دونوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر نازل فرمایا ہے اور ان کی حفاظت فرمائی ہے۔

اوّلاً میں آپ کے سامنے"علم حدیث" کے متعلق مختصراً چند کلمات کہوں گا۔

۱۔علم حدیث کا اطلاق تین معانی پر ہوتا ہے:

۱: علم حدیث وہ علم ہے جس کے ذریعے رسول اللہ ﷺ کے اقوال وافعال اور حالات کو جانا جائے اور اسی کو روایت الحدیث کا علم بھی کہا جاتا ہے۔

۲: ایسا علم جس میں راویوں کے ضبط وعدالت اور سند کے اتصال وانقطاع وغیرہ کی کیفیت کے لحاظ سے حدیث کے رسول اللہ ﷺ تک پہنچنے کی کیفیت کے متعلق بحث کی جائے۔ علم حدیث اس معنی کے لحاظ سے"علم اصول حدیث" کے نام سے پہچانا جاتا ہے اسی کو روایت الحدیث کا علم بھی کہتے ہیں اور"درایۃ الحدیث" کا علم بھی۔

۳: علم حدیث وہ ہے جو قواعد عربیہ اور ضوابط شرعیہ کی بنیاد پر اور رسول اللہ ﷺ کے حالات کے مطابق الفاظِ حدیث سے حاصل شدہ معانی اوران کی مراد کے بارے میں بحث کرتا ہے۔

علم الحدیث کا موضوع:

روایت کے اعتبار سے علم حدیث کا موضوع ہے ''ذات رسول ﷺ'' اس لحاظ سے کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔

علم الحدیث کا فائدہ:

دونوں جہانوں کی سعادت وخوش بختی کے ساتھ سرفراز وکامیاب ہونا۔

علم اصولِ حدیث کی تعریف:

وہ ایسا علم ہے جس کے ذریعے راوی اور روایت کے حالات کو قبول وردّ کے لحاظ سے پہچانا جائے اور یہ تعریف بھی ہوسکتی ہے کہ ''وہ ایسے قوانین کا علم ہے جس کے ذریعے سند ومتن کے حالات کو قبول وردّ کے لحاظ سے پہچانا جائے۔''

علم اصولِ حدیث کا موضوع:

''سند ومتن'' (قبول وردّ ہونے کے لحاظ سے۔)

علم اصولِ حدیث کا فائدہ:

اس چیز کی معرفت کا حصول کہ سند اور راوی میں سے کسے قبول کیا جائے اور متن وروایت میں سے کسے ردّ کیا جائے گا۔

ہم اس بات کو بخوبی جانتے ہیں کہ احادیث رسول ﷺ ہم تک راویوں کی وساطت سے پہنچی ہیں۔ اور وہی لوگ حدیث کی صحت وعدم صحت کی پہچان میں اوّلین ستون تھے۔ اسی وجہ سے علمائے حدیث نے راویوں کے متعلق خوب اہتمام کیا ہے۔ اور ان کی روایات کو قبول کرنے کے لیے بڑی پیچیدہ، دقیق، گہری، عمدہ اور پختہ شروط لگائی ہیں جو ان کی دور اندیشی، درست سوچ اور عمدہ طریقے پر دلالت کرتی ہیں۔ یہ تمام شروط جو انہوں نے راوی کے متعلق لگائی ہیں اور وہ شروط جو انہوں نے اخبار واحادیث کی قبولیت کے لیے طے کی ہیں (ایسی عمدہ شروط ہیں) کہ کسی اور مذہب وملت میں ایسی شروط نہیں پائی جاتیں حتی کہ آج کے منضبط، گہرائی اور نزاکت کے دور میں بھی اس کی مثال نہیں ملتی۔ تو جیسی شروط علمائے اصول حدیث نے لگائی ہیں دوسرے لوگوں نے اخبار نقل کرنے میں ایسی شروط بلکہ اس سے تھوڑی بھی نہیں لگائیں۔ بلکہ سرکاری اخباروں کے نمائندے جو خبریں نقل کرتے ہیں ان میں سے بہت سی ایسی ہوتی ہیں جن پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی ان کی تصدیق کی طرف میلان ہوتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کو بیان کرنے والے مجہول ہوتے ہیں اور خبروں کی یہ آفت ان کے راویوں کی وجہ سے ہی ہے۔ اور بہت سی ایسی خبریں ہوتی ہیں جن کی عدمِ صحت تھوڑی دیر کے بعد واضح ہوجاتی ہے۔

راوی کی قبولیت کی شرائط:

جمہور ائمہ حدیث وفقہ کا اتفاق ہے کہ راوی کی قبولیت میں دو بنیادی شرائط ہیں:

۱: ان میں سے پہلی عدالت ہے۔ اس سے مراد ہے کہ راوی مسلمان عاقل بالغ اور اسباب فسق سے محفوظ وسلامت ہو، اور مروت وشرافت کے خلاف کاموں اور باتوں سے بھی محفوظ ہو۔

۲: دوسری شرط ضبط ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ راوی ثقات کی مخالفت کرنے والا نہ ہو حافظے کی خرابی والا نہ ہو، بہت غلطیاں کرنے والا، زیادہ غفلت برتنے والا اور بہت زیادہ وہم کرنے والا نہ ہو۔

نوٹ: یہ قیود وشروط اس لیے ہیں کہ احادیث کو بیان کرنے میں ہر قسم کی غلطی سے محفوظ رکھا جائے اور ایسی بات کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف نہ ہو جو رسول اللہ ﷺ نے نہیں کہی۔ کیوں کہ اگر ایسے آدمی کی بات قبول کی جائے جو کثیر الغلط اور بہت زیادہ وہم کرنے والا، خراب حافظے والا ہے تو اس میں احتمال ہے کہ وہ ایسی بات رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کردے جو آپ نے نہیں کہی۔

روایت حدیث کا طریقہ اور شروط:

جب راوی روایت کرے تو وہ بیدار مغز ہو، غفلت کا شکار نہ ہو، اور خواہ مخواہ وہ کتب ونسخ اور (غیر متعلقہ) باتوں میں اس طرح مشغول نہ ہو کہ وہ روایت حدیث میں خلل پیدا کرے، اونگھ کا شکار نہ ہو، اگر اونگھ آتی ہے تو کھڑے ہو کر حدیث بیان کرے۔ جلدی جلدی روایت

بیان کرے اور نہ ہی راستوں میں، ہاں مجبوری وضرورت کی صورت میں راستے میں بھی بیان کی جاسکتی ہے۔ جب کسی عارضے یا بڑھاپے کی وجہ سے وہ بھول اور تغیر وتبدل سے ڈرے تو ایسی صورت میں حدیث کو بیان کرنے سے رک جائے۔ یہ تمام شروط حدیث نبوی ﷺ کے تقدس واحترام کی خاطر ہیں۔

اور اسی طرح احادیث کو حاصل کرنے اور روایت کرنے میں شیوخ واساتذہ کو ملے بغیر صرف کتابوں اور صحیفوں پر اعتماد نہ کیا جائے۔ کیوں کہ حصولِ حدیث کا سب سے مضبوط اور قوی طریقہ استاد کے الفاظ سننا ہے یا اس کو سنا کر تصدیق حاصل کرنا ہے۔

علوم حدیث کے ساتھ مشغول آدمی کی ذمہ داری ہے کہ اہل معرفت اور محقق علماء سے حدیث رسول ﷺ حاصل کرے تاکہ وہ تصحیف وخطا سے محفوظ ہوجائے۔ طالب حدیث کے یہ لائق نہیں کہ بس وہ کتب وصحف کا قصد کرے اور انہی سے احادیث لے، انہی سے روایت کرے اور انہی کتابوں کو اپنا استاد بنالے۔ اس عمل سے تو اس کی تصحیفات واغلاط بہت زیادہ ہوجائیں گی۔ اسی لیے قدیم علماء یہ کہا کرتے تھے:

((لا تأخذ القرآن من مصحفي ولا الحديث من مصحفي .))

''تو قرآن کو میرے مصحف سے نہ لے اور نہ ہی حدیث کو میرے صحیفوں سے حاصل کر۔''

اور عملاً وہ صحیفوں اور کتابوں پر اکتفاء نہیں کرتے تھے۔

محدث اور معلّم الحدیث کا فرضِ منصبی:

استاد کا وظیفہ وفریضہ احادیث کو روایت کرنا اور تحریف شدہ کو غیر محرف سے الگ کرنا ہے۔ غریب ونادر الفاظ کی شرح کرنا لغت عرب کو مدنظر رکھتے ہوئے عبارت کے معنی بیان کرنا، اسماء الرجال کی جرح وتعدیل کے لحاظ سے معرفت حاصل کرنا، مشکل الفاظ کو حرکات واعراب لگانا، حدیث کے ضعیف اور صحیح ہونے کا حکم لگانا، شواہد ومتابعات کی جانچ پرکھ کرنا، حدیث پر مشہور ومستفیض یا غریب ہونے کا حکم لگانا، سند میں مبہم راوی کا نام بتانا اور اس قسم کے دیگر کام محدثین کے فرائض ومناقب میں شامل ہیں۔ جب محدث اس مرتبے تک پہنچ جاتا ہے تو وہ حفظ وضبط اور پختگی کی چوٹی اور بلندی کو چھو لیتا ہے، یعنی اس صفات سے متصف آدمی اعلیٰ درجے کا استادِ حدیث بن جاتا ہے۔

راوی حدیث کی ذمہ داریاں:

احادیث روایت کرنے والے کو چاہیے کہ وہ صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم کی پہچان کرے، مہمل ومتشابہ کی معرفت حاصل کرے، مبہمات اور وحدان (یعنی وہ راوی جن سے صرف ایک ایک حدیث مروی ہو)، راویوں کی تاریخوں کو جانے، ثقہ راویوں میں سے جن کو اختلاط ہوگیا تھا ان کے متعلق معلومات حاصل کرے، علماء اور راویوں کے طبقات کو پہچانے، ثقہ اور ضعیف راویوں کو پہچانے، راویوں کے اوطان، ممالک اور جائے پیدائش وغیرہ کو جانے، اکابر کی چھوٹوں سے روایات اور اصاغر کی بڑوں سے روایات کی معرفت حاصل کرے۔

راوی حدیث کی ذمہ داری ہے کہ جس طرح اس نے حدیث سنی ہے ویسے ہی اسے پہنچا دے، اپنی طرف سے اس میں کوئی تصرف اور تبدیلی نہ کرے، تاکہ وہ نبی ﷺ کی دعا اور بشارت کا مستحق ہوسکے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((نضر الله امرأ سمع منا فبلغه كما سمعه فرب مبلغ اوعٰى له من سامعه .))

''اللہ تعالیٰ اس آدمی کو خوش وخرم تروتازہ رکھے جس نے ہم سے حدیث سنی اور اسے اسی طرح آگے پہنچایا جیسے سنا تھا۔ پس کتنے ہی لوگ جن کو بات پہنچائی جاتی ہے وہ سننے والے سے زیادہ اس کو محفوظ اور یاد کرنے والے ہوتے ہیں۔''

راوی حدیث کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی نیت کو اللہ کے لیے خالص کرے۔ کیوں کہ یہ علم بڑے عظیم الشان مرتبے والا ہے

اور اپنی خراب نیت سے اس کے ثواب کو ضائع نہ کرے۔ جس طرح راوی حدیث کے لیے اخلاصِ نیت ضروری ہے اسی طرح احادیث کے پڑھنے والے استاد وطالب کے لیے بھی نیت کا خلوص لازمی ہے۔

روایۃ الحدیث کے آداب:

نبی کریم ﷺ پر قراءت حدیث سے پہلے درود پڑھا جائے۔ کیوں کہ نبی ﷺ کے امت پر بہت زیادہ حقوق ہیں اور ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اپنے نبی ﷺ پر بہت زیادہ درود بھیجیں۔ اور درود پڑھنے والے کا بہت بلند مقام ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((ان اولی الناس بی یوم القیمة اکثرهم علی صلوة.))

''بے شک قیامت کے دن میرے زیادہ قریب وہ ہوگا جو مجھ پر زیادہ درود بھیجے گا۔''

درود کی کثرت کے حوالے سے احادیث پڑھنے والوں کا الحمد للہ ایک خاص امتیاز ہے۔ کیوں کہ نبی ﷺ کا نام بار بار آتا ہے اور یہ فضیلت اللہ کے فضل سے اہل حدیث کو حاصل ہوتی ہے۔ جس پر اہل حدیث نازاں ہیں۔

قل بفضل الله وبرحمة فبذلك فليفرحوا هو خير مما يجمعون.

درود پڑھتے یا لکھتے ہوئے رموز وارشادات پر اکتفاء درست نہیں۔ جیسے بعض لوگ ص یا صلعم لکھ دیتے ہیں بلکہ صلی اللہ علیہ وسلم پورا لکھنا چاہیے۔ اسی طرح اللہ کے نام کے ساتھ جل جلالہ کی جگہ جل اور صحابہ کے نام کے ساتھ (رض) اور علمائے امت کے ساتھ (رح) کی بجائے جل جلالہ، رضی اللہ عنہ اور رحمہ اللہ مکمل استعمال کرنا چاہیے، آمین۔



اعلان

الحمد للہ پروفیسر چودھری محمد سعید صاحب (ایم اے، ایم ایڈ) کی نئی کتاب ''قرآنی مکالمے'' شائع ہوگئی ہے جس بھائی کو ضرورت ہو وہ درج ذیل پتے سے حاصل کرسکتا ہے۔ (محمد یحییٰ محمدی، خالص ہلدی مرچ والے، قصور شہر 0321-6587340)

مولانا محمد زاہد ہاشمی الازہری کو صدمہ

جماعت غرباء اہل حدیث پنجاب کے جنرل سیکرٹری اور جامعہ دارالحدیث معاویہ رضی اللہ عنہ جی ٹی روڈ رحیم ٹاؤن لاہور کے منتظم مولانا محمد زاہد ہاشمی الازہری کے والد گرامی محمد مصطفیٰ کچھ عرصہ علیل رہنے کے بعد ۳۱ مارچ کو ڈی جی خان میں وفات پاگئے۔ قارئین سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

مولانا زاہد ہاشمی کا رابطہ نمبر 0345-8030800 ہے۔

(منجانب: محمد رمضان یوسف سلفی فیصل آباد)

مضمون نگاروں کی توجہ کے لیے

الاعتصام کے مضامین نگار حضرات وخواتین سے گزارش ہے کہ اپنے مضامین دفتر الاعتصام میں ارسال کرتے وقت درج ذیل باتوں کا ضرور خیال فرمائیں۔

- مضمون خوش خط، کاغذ کی ایک طرف اور حاشیہ چھوڑ کر لکھا جائے۔
- بامقصد، معاشرتی، معلوماتی، تحقیقی مضامین کو ترجیحاً تحریر فرمایے۔
- مضمون مدلل، باحوالہ ہونا چاہیے۔ ماخذ کا تذکرہ اور احادیث نبوی وآیات قرآنی کے نمبر بھی درج کریں۔
- فوٹوسٹیٹ کی بجائے اصل مسودہ ارسال کریں۔
- اشاعت کے لیے اپنی باری کا انتظار کریں۔
- دفتر سے کسی قسم کے جواب کے لیے یا مضمون واپس منگوانے کے لیے جوابی ڈاک ٹکٹ ارسال کریں۔

امید ہے مضامین نگار دفتر سے تعاون فرمائیں گے۔ (ادارہ)

نبی ﷺ کی سیرتِ طیبہ پنجابی زبان میں

محمد اسحاق بھٹی

نبی ﷺ کی سیرتِ طیبہ کے موضوع پر بے شمار اور بہت سی زبانوں میں کتابیں لکھی گئیں۔ اس عظیم الشان سلسلے کا آغاز عربی زبان سے ہوا، بلکہ صحیح ترین الفاظ میں کہنا چاہیے کہ قرآنِ مجید سے ہوا، اور خود اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی ذات اقدس واطہر کے حالات کی وضاحت فرمائی۔ چناں چہ قرآن کی روشنی میں متعدد اصحابِ علم نے نبی ﷺ کی سیرت کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا۔ پھر جیسے جیسے دنیا میں اسلام کی روشنی پھیلتی گئی، نبی ﷺ کے واقعاتِ حیات ضبط تحریر میں اور معرضِ اشاعت میں آتے گئے۔

صرف برصغیر کو لیجیے جو جغرافیائی اعتبار سے تین ملکوں (پاکستان، ہندوستان اور بنگلہ دیش) پر مشتمل ہے۔ یہ وہ خطہ ارض ہے، جس کے مختلف علاقوں کے مدارس وجامعات کے نصابِ تعلیم میں بہت سی زبانیں شامل ہیں اور فاضل اساتذہ باقاعدہ طلباء کو ان زبانوں میں درس دیتے ہیں۔ ان زبانوں میں نبی ﷺ کی سیرت طیبہ کے موضوع پر بے شمار کتابیں لکھی گئیں۔ عربی، انگریزی، فارسی، اردو، ہندی، بنگلہ، پشتو، سندھی، بلوچی، پنجابی، سرائیکی، کشمیری وغیرہ زبانوں میں سرورِ کائنات (ﷺ) کے حالات لکھے گئے۔ کتنے ہی عالی بخت مصنّفین نے کئی کئی ضخیم جلدوں میں لکھے۔ بعض نے اختصار سے بھی لکھے۔ یہ اہم خدمت نثر میں بھی سرانجام دی گئی اور نظم میں بھی۔ ہر شخص کا لکھنے کا اپنا انداز ہے اور ہر انداز کی لاکھوں کتابیں تصنیف ہوئیں، جنھیں بے حد مقبولیت حاصل ہوئی۔

یہاں یہ یاد رہے کہ دنیا بھر کے لاتعداد قائدین ومصلحین اور ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام میں صرف نبی ﷺ کی ذاتِ گرامی ہی کو یہ شرف حاصل ہے کہ جنھوں نے تاریخ کو صحیح معنوں میں تاریخ کا رتبہ عطا فرمایا اور جن کی بدولت تاریخ کا تصور نکھرا اور اس کا اصل چہرہ متعین ہوا۔ رسولِ اکرم ﷺ ہی کی ذات وہ ذاتِ اطہر ہے کہ جن کی ایک ایک ادا، ایک ایک حکم، ایک ایک عادت اور نشست وبرخاست کے ہر ہر پہلو کو حدیث وسیرت کی کتابوں میں محفوظ کیا گیا اور آپ کے فکر وعمل کی ایک ایک حرکت اور گفتار وکردار کی ایک ایک جنبش سے لذتِ حکایت کا سامان فراہم کیا گیا۔ یعنی آپ ﷺ کی زندگی اس تفصیل کے ساتھ کتابوں میں مذکور ہے کہ اس کا کوئی گوشہ بھی چاہنے والوں کی نظر شوق سے اوجھل نہیں رہا اور دنیا کی تمام مشہور زبانوں کی کتابوں میں مرقوم ہو گیا۔

خوش بخت ہیں وہ اصحابِ علم جن کے قلم کو اللہ نے اس وادیٔ پُر نور کی مختلف منزلوں سے گزرنے کی توفیق بخشی۔

یہاں صرف ان حضرات کا ذکر کرنا مقصود ہے، جنھوں نے اس مقدس ترین موضوع پر پنجابی زبان میں خدمات سرانجام دیں۔ ان کی پوری تعداد کو تو احاطۂ تحریر میں لانا ممکن نہیں، مندرجہ ذیل سطور میں ان میں سے چند حضرات کے اسمائے گرامی درج کیے جاتے ہیں اور اختصار کے ساتھ اس سلسلے میں ان کی مساعیٔ حسنہ کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

ا۔ مولانا غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ:

گوجراں والا سے چند میل کے فاصلے پر ایک قصبے کا نام قلعہ میہاں سنگھ ہے۔ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ اسی قصبے کے رہنے والے تھے۔ کئی پشتوں سے ان کے آبا واجداد علم وفضل اور تقویٰ وصالحیت کے اوصاف سے متصف چلے آ رہے تھے۔ مولانا غلام رسولؒ ۱۲۲۸ھ

(۱۸۱۳ء) میں پیدا ہوئے اور اپنے دور کے مشہور اساتذہ سے تحصیل علم کی۔ اسی دور کے معروف بزرگ حضرت سیّد امیر صاحب رحمہ اللہ (ساکن کوٹھا) کے حلقہ بیعت میں شامل ہوئے۔ حضرت سیّد عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ سے بھی فیض حاصل کیا۔ حضرت میاں سیّد نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ سے کتب حدیث پڑھیں اور سند لی۔ حج بیت اللہ کے لیے گئے تو مدینہ منورہ میں مولانا عبدالغنی مجددی رحمہ اللہ کی سند سے مفتخر ہوئے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے وقت دہلی میں مقیم تھے اور وہاں سیّد عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کی رفاقت میں حضرت میاں صاحبؒ سے کتب حدیث پڑھتے تھے۔ وطن واپس آئے تو انگریزی حکومت کی بغاوت کے جرم میں گرفتار کر لیے گئے۔

فارسی، عربی اور پنجابی کے شاعر تھے۔ نہایت متقی اور مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ ان سے حیرت انگیز کرامات کا صدور ہوا۔ انھوں نے اپنی ایک پنجابی نظم کی کتاب ''پنج گنج'' میں نبی ﷺ کے کچھ حالات، آپ کا حلیہ مبارک اور آپ کے اوصاف کریمہ بیان کیے۔ یہ کتاب ایک سے زیادہ مرتبہ چھپی۔ آخری مرتبہ فضل بک ڈپو، اردو بازار گوجراں والا کی طرف سے شائع ہوئی۔

مولانا غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ ۶۳ سال کی عمر پا کر ۱۵ محرم ۱۲۹۱ھ (۴ مارچ ۱۸۷۴ء) کو فوت ہوئے۔

۲۔ مولانا نور محمد سوتری رحمہ اللہ:

ہندوستان کا ضلع حصار آزادیٔ برصغیر سے قبل صوبہ پنجاب میں شامل تھا۔ آزادی کے بعد یہ ضلع مشرقی پنجاب کے حصے میں آیا۔ پھر مشرقی پنجاب کو تین صوبوں (پنجاب، ہریانہ اور ہماچل پردیش) میں تقسیم کیا گیا تو ضلع حصار، صوبہ ہریانہ میں شامل ہوا۔ ضلع حصار کی تحصیل سرسہ میں ایک گاؤں کا نام ''رانیاں'' تھا۔ اس گاؤں میں مولانا نور محمد رحمہ اللہ ۱۷۸۲ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے علاقے کے اہل علم سے حاصل کی۔ اس کے بعد دہلی کا عزم کیا۔ دہلی کو اس وقت علم وعلماء کے مرکز کی حیثیت حاصل تھی۔ یہ مغلوں کی حکومت کا زمانہ تھا اور درس وتدریس کی زمام حکمرانی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کے فرزندانِ گرامی اور ان کے ارشد تلامذہ کے ہاتھ میں تھی۔ لیکن یہ پتا نہیں چلتا کہ مولانا نور محمد رحمہ اللہ نے کس عالم دین سے تحصیل علم کی۔ البتہ قرائن سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ کے کسی فرزند عالی قدر یا ان کے کسی شاگرد ہی سے تعلیم حاصل کی ہوگی۔

مسئلۂ توحید کے بارے میں ان کے احساسات بہت نازک تھے۔ اس کے خلاف کوئی بات سن نہیں سکتے تھے۔ انھوں نے کئی کتابیں لکھیں، جو پنجابی نظم میں ہیں اور وہ ہیں: شہباز شریعت، آب حیات، چراغ شریعت، خورشید شریعت، مفاد شریعت، خطبات عیدین۔

ان کتابوں میں عام شرعی مسائل کے علاوہ نبی ﷺ کی سیرتِ طیبہ بھی بیان کی گئی ہے۔ بالخصوص ''شہباز شریعت'' کے مختلف مقامات میں رسول اللہ ﷺ کے بعض واقعاتِ زندگی وضاحت سے تحریر کیے گئے ہیں۔ یہ کتاب سات ہزار سے زائد اشعار پر مشتمل ہے جو ۱۸۳۵ء میں مکمل ہوئی۔

مولانا نور محمد رحمہ اللہ کے علاقے کو سوتر کا علاقہ کہا جاتا تھا، اس لیے وہ مولانا نور محمد سوتری رحمہ اللہ کی نسبت سے مشہور تھے۔ پنجابی کے بلند مرتبہ شاعر تھے اور نور تخلیص کرتے تھے۔ ۸۰ برس کی عمر پا کر ۱۸۶۲ء کو فوت ہوئے۔

۳۔ مولانا محمد مسلم رحمہ اللہ:

مولانا محمد مسلم رحمہ اللہ ۱۸۰۵ء میں ضلع لدھیانہ کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام مولوی محمد اعظم تھا۔ انہی سے عربی اور فارسی کی کتابیں پڑھیں۔ تعلیم سے فراغت کے بعد کچھ عرصہ طلباء کو پڑھاتے رہے۔ ضلع جالندھر کے ایک گاؤں کلیان پور چلے گئے تھے اور جالندھر شہر سے دو میل کے فاصلے پر زمین خرید کر کھیتی باڑی شروع کر دی تھی۔ پھر ایک وقت آیا کہ جالندھر چھاؤنی میں ملازمت کرنے لگے۔ کچھ عرصے کے بعد ملازمت سے جی اکتا گیا تو جالندھر کے بازار شیخاں

میں کتابوں کی دکان کھول لی، جس پر ان کے بیٹے اور پوتے مولوی محمد علی، مولوی عطا محمد، عبداللہ، نجات اللہ اور عبدالرحیم کام کرتے رہے۔

مولانا محمد مسلم کا زیادہ وقت وعظ و نصیحت، تصنیف و تالیف اور تبلیغ اسلام میں گزرتا تھا۔ انھوں نے پنجابی نظم میں جو کتابیں لکھیں وہ ہیں گلزار آدم، گلزار موسیٰ، گلزار سکندری، گلزار محمدی، تقویۃ الاسلام، تاثیر الصلوٰۃ وغیرہ۔

گلزار محمدی میں نبی ﷺ کے حالات بیان کیے گئے ہیں۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ یہ ایم اے پنجابی کے نصاب میں شامل کی گئی۔ اس کتاب میں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے مختصر حالات بھی درج ہیں۔

۴۔ مولانا عبدالستار رحمہ اللہ:

مولانا عبدالستار رحمہ اللہ پنجاب کے ضلع شیخوپورہ کے ایک گاؤں ''کھاریاں والا'' میں ۱۸۳۳ء میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام میاں مردان تھا۔ بافندہ برادری سے تعلق رکھتے تھے اور کھڈیوں پر کپڑے بناتے تھے۔ عبدالستار بھی کئی سال باپ کے ساتھ یہی کام کرتے رہے۔ ان کی تعلیم تو زیادہ نہ تھی لیکن دینی طرز کی پنجابی شاعری کا شوق تھا۔ چالیس برس کی عمر کو پہنچے تو عربی اور فارسی کی تعلیم حاصل کی اور وعظ و تبلیغ میں مشغول ہوئے۔ شاعری میں بھی خوب ترقی کی۔ آواز اچھی تھی جس کی وجہ سے پنجاب کے مختلف علاقوں میں شہرت پھیل گئی۔ عقیدت مندوں نے بڑی مالی مدد کی۔ ضلع شیخوپورہ میں ایک گاؤں ''بگھیاڑی'' ہے، وہاں کے لوگوں نے کچھ زرعی زمین دے دی تھی جس کی وجہ سے معاشی طور پر آسودہ حال ہوگئے۔

زندگی کے آخری دنوں میں بگھیاڑی کی سکونت ترک کر کے پانچ چھ میل کے فاصلے پر فیروز وٹواں چلے گئے تھے۔ یہاں کے زیادہ تر لوگوں کا تعلق راجپوت وٹو برادری سے ہے اور یہ لوگ حضرت سیّد عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کے حلقۂ ارادت سے وابستہ تھے۔ انہوں نے مولانا عبدالستار رحمہ اللہ کو بڑا احترام دیا۔

مولانا عبدالستار رحمہ اللہ نے گیارہ بارہ کتابیں تصنیف کیں۔ یہ سب کتابیں پنجابی نظم میں ہیں۔ اب حالات بدل گئے ہیں۔ کسی زمانے میں ان کتابوں کی بہت مانگ تھی اور بہت پڑھی جاتی تھیں۔ ان کے کتابوں کے نام یہ ہیں:

- قصص المحسنین: یہ سورہ یوسف کی تفسیر ہے اور بڑی دلچسپ کتاب ہے۔
- اکرامِ محمدی: یہ سورہ والضحیٰ کی تفسیر ہے اور نبی ﷺ کی سیرت طیبہ کے دلآویز موضوع پر پنجابی نظم میں نہایت عمدہ کتاب ہے۔ کتاب میں مصنف نے جہاں قرآنِ مجید اور حدیث کے عربی الفاظ لکھے ہیں، وہاں ان کا ترجمہ اردو زبان میں کیا ہے۔ کتاب شیخ غلام علی اینڈ سنز تاجران کتاب کشمیری بازار، کلام اللہ منزل، لاہور نے شائع کی۔ مولوی عبدالستار کی اس کتاب کی مقبولیت کا اندازہ اس سے لگایئے کہ کئی دفع چھپی اور پانچ پانچ ہزار کی تعداد میں چھپی۔ اس انتہائی سستے زمانے میں اس کی قیمت چھ روپے تھی۔
- مجموعہ اشعار عبدالستار: یہ اشعار مختلف موضوعات پر مشتمل ہیں۔
- عبرت نامہ
- چرخہ رنگ رنگیلا
- سی حرفیاں
- بارہ ماہ: اس میں نبی ﷺ کا خوب صورت انداز میں ذکر کیا گیا ہے۔
- مدح نبی کریم ﷺ: یہ بھی سیرت سے متعلق ہے۔
- مدح پیرانِ پیر: یہ کتاب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے حالات پر مشتمل ہے۔

مولانا عبدالستار نے ۲۱ مارچ ۱۹۱۳ء (۱۲ ربیع الثانی ۱۳۳۱ھ) کو فیروز وٹواں میں وفات پائی اور وہیں دفن کیے گئے۔ ان کے اخلاف میں سے کچھ لوگ فیروز وٹواں میں سکونت پذیر ہیں اور کچھ موضع بگھیاڑی میں۔



تعلیم وتربیت

قسط نمبر ③ آخری

مملکت پاکستان کی

عربی زبان کے بارے میں ضروریات اور تقاضے

محمد بشیر (متخصص فی تعلیم اللغة العربیة لغیر العرب۔ پرنسپل معهد اللغة العربیة)

(۵) الجامعة الاسلامیة العالمیة اسلام آباد کا قیام:

عرب ممالک کی حکومتوں کے مالی تعاون اور ان کے علماء اور محققین کی توجہ اور منصوبے سے مملکت پاکستان میں اسلامی علوم اور عربی زبان کی اچھی تعلیم وترویج کے لیے اسلام آباد میں ۱۹۸۰ء میں الجامعة الاسلامیة العالمیة (انٹرنیشنل اسلامی یونیورسٹی) قائم کی گئی جو ''پاکستان کی پہلی عربی یونیورسٹی'' کہلاتی ہے۔ اس کی تأسیس کے لیے بھی سعودی حکومت اور دیگر سعودی اداروں، کویت، مصر، قطر، امارات وغیرہ نے اپنے گرانقدر عطیات عطا کیے۔ اور تب سے اب تک یہ ممالک اس میں تدریس کے لئے اپنے معلمین اور محققین کا تعین بھی کرتے آرہے ہیں۔

(۶) حکومت نے اسلامی مدارس کی ڈگری کو پہلی بار تسلیم کیا:

سابق صدر محمد ضیاء الحق رحمہ اللہ نے ملک میں عربی زبان کی اچھی تعلیم وترویج، اسلامی علوم کی اعلیٰ تعلیم واشاعت اور شریعت کے نفاذ کے کئی قابل قدر اقدامات کیے جن میں:

(۱) الجامعة الاسلامیة العالمیة اسلام آباد کا قیام

(۲) حکومت نے اسلامی مدارس کی آخری ڈگری کو تدریسی مقاصد کے لیے ایم۔اے اسلامیات اور ایم اے عربی کے مساوی تسلیم کیا اور ان کے فضلاء کو تعلیمی وتحقیقی اداروں میں متعین کیا۔

(۳) وفاقی شرعی عدالت قائم کی اور اس میں دوسرے ججز کے ساتھ علماء ججز مقرر کرنے کا فیصلہ کیا۔

(۴) شریعہ اکیڈمی کا قیام (جس میں پاکستان کے علاوہ کئی دوسرے ممالک کے ججوں کو شریعت اسلام اور اسلامی فقہ کی تربیت دی جاتی ہے)۔

(۵) اور مڈل سکول کی جماعت ششم، ہفتم اور ہشتم میں عربی کی تدریس کو لازمی مضمون قرار دیا۔

(۶) اور ملک کے اسلامی مدارس کی مالی اعانت اور حمایت کی پالیسی اپنائی۔

(۷) افغانستان پر روس کی جارحیت کے خلاف جہاد میں عرب قائدین اور مجاہدین کی سرپرستی کی، جس کے نتیجے میں پاکستان کی دینی اور سیاسی قیادت کے ساتھ عربوں کے روابط میں ترقی ہوئی۔ اور ان سے ملاقات واختلاط کے زیادہ مواقع میسر ہوئے۔

ان عظیم واقعات اور مثبت اقدامات کا بدیہی تقاضا یہ تھا کہ ہمارے قائدین، علماء، مفکرین اور ماہرین تعلیم اپنے پیارے ملک میں اسلامی علوم اور عربی زبان کو ترقی دینے پر متوجہ ہوتے، اور تعلیمی اداروں کے نصاب تعلیم میں مناسب تبدیلیاں کرکے اسے جدید حالات اور تقاضوں کے مطابق ڈھالتے ۔ اور تمام اداروں کے معلمین ومعلمات کو نئے حالات اور ضروریات کے مطابق کام کرنے کی تربیت دیتے۔ تعلیمی اداروں کے اساتذہ اور معلمین کو جدید تجربات اور رجحانات کے مطابق تعلیم وتربیت کے لئے ہم سعودی عرب، مصر، شام اور دوسرے عرب ممالک سے مناسب تعاون لے سکتے تھے۔ یہ ممالک اس میدان میں بڑی خوشی سے ہمارے ساتھ معقول تعاون کرتے۔

مثلاً ۱۹۹۲ میں حکومت نے جب اسلامی مدارس کی شهادہ الدراسة العالمیة کو ڈبل ایم۔اے تسلیم کیا تو کیا اس موقع پر ان کے نصاب اور طریقہ تدریس کی مناسب انکوائری کرائی گئی تھی؟ اور انہیں اپنے پروگرام میں مناسب تبدیلیاں کرتے ہوئے اس سند کی اس غیر معمولی

ذمہ داری اور اعزاز کو پورا کرنے کا پابند بنایا گیا تھا؟ اگر ایسا کیا جاتا کہ اس موقعے پر ماہرین تعلیم کا ایک کمشن مقرر کرکے اسے یہ فریضہ تفویض کر دیا جاتا تو ان مدارس کے نصاب تعلیم، تمام تعلیمی و تربیتی پروگراموں اور تدریس میں غیر معمولی اضافہ ہوتا اور ان کے طلبہ اور مدرسین کی تعلیم و تربیت کے ایسے اچھے پروگرام بنتے جن سے عوام، طلبہ وطالبات اور معلمین بہت ترقی کرتے۔ لیکن ان ضروری تقاضوں اور روٹین کے معمولات کو بھی وزارت تعلیم اور علماء کرام نے پورا نہیں کیا۔

بہرحال ان مواقع پر پاکستان اور بیرونی ممالک کی کئی شخصیات نے ایسی تعلیمی وتربیتی اصلاحات کی دعوت بھی دی اور ہمیں جگانے کی کوشش کی، ان میں سے میں یہاں دو واقعات کا خلاصہ لکھتا ہوں۔

(۱) یہ واقعہ مجھے پروفیسر محمود احمد غازی رحمہ اللہ وغفرلہ نے بتایا تھا کہ سابق صدر پاکستان غلام اسحاق خان مرحوم نے انٹرنیشنل اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد کی مجلس الأمناء (Board of Trustees) کے اجلاس کی صدارت کی تو انہوں نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ حضرات ہماری امید تو یہ تھی کہ اس یونیورسٹی کی تأسیس کے ایک دو سال بعد ہی پورے ملک میں عربی زبان کا سیلاب آ جائے گا لیکن ہمیں ایسے کوئی آثار نظر نہیں آ ئے۔ اس لیے آپ حضرات انٹرنیشنل اسلامی یونیورسٹی کی اس خصوصیت کو زیادہ مؤثر بنا کر عربی زبان کو قومی اور ملکی سطح پر فروغ دینے کی کوشش کریں۔

(۲) عربی میں مہارت عالم اسلام کی قیادت کا سبب بن سکتی ہے:

مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کا اسلامی یونیورسٹی مدینہ کے طلبہ کو خطاب:

۱۹۷۴ء میں جب میں اسلامی یونیورسٹی مدینہ منورہ میں زیر تعلیم تھا عالم اسلام کے عظیم مفکر حضرت مولانا ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمہ اللہ جو یونیورسٹی کی المجلس الاستشاری کے رکن تھے اور ان دنوں اس کونسل کے سالانہ اجلاس میں شرکت کے لیے آئے تھے۔ ان کے ہمراہ حضرت مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ بھی تھے۔ ہم طلبہ کی ان حضرات سے ملاقات اُستاذنا الجلیل حضرت مولانا عبدالغفار حسن رحمہ اللہ (وہ یونیورسٹی کے سینئر پروفیسر اور کونسل کے رکن بھی تھے) کی رہائش گاہ پر ہوتی تھی۔ میں نے حضرت ندوی رحمہ اللہ سے گذارش کی کہ آپ برصغیر پاک و ہند کے طلبہ کو ایک وسیع اجتماع میں خطاب فرمائیں کہ وہ اپنی اچھی تعلیم و تربیت میں کن اصولوں اور مقاصد پر خاص توجہ دیں؟ چنانچہ مدرسۃ دارالحدیث مدینہ منورہ میں ہمارے علاقے کے تمام طلبہ کا اجتماع ہوا جس میں ان کے خطاب کا خلاصہ یہ تھا۔

''آپ حضرات اس عالمی دانشگاہ میں تعلیم کے لیے جس خطے سے آئے ہیں اس کی کچھ نمایاں خصوصیات ہیں۔

اولاً: یہ خطہ گذشتہ دو سو سال سے اسلامی علوم اور خصوصاً علم الحدیث النبوي الشریف کی درس و تدریس کا نمایاں مرکز رہا ہے اور حدیث کی مکمل صحاح ستہ کی تدریس تو صرف اس کا امتیاز اور خصوصیت تھی جس کی خاطر عرب ممالک کے علماء بھی یہاں آ کر اپنی تشنگی دور کرتے تھے۔ نیز ہمارے اسلاف نے تفسیر قرآن، حدیث اور فقہ پر تاریخی اور عظیم کتابیں لکھیں۔

ثانیاً: آپ کے قائدین اور اسلاف کو مغربی سامراج کا عسکری اور فکری جہاد اور مقابلہ کرنے کا طویل تجربہ ہوا اور ان کے کارنامے پوری امت میں معروف ہیں اور ان کی تحریکات جہاد سے دنیا واقف ہے۔

ثالثاً: آپ کے اسلاف نے ادب وثقافت کے میدان میں بھی مغربی فکر اور الحاد کا خوب مقابلہ کیا اور پوری امت مسلمہ کو اس کی گمراہی اور تباہی سے آگاہ کیا۔ ان کے یہ ارشادات بھی علم و ادب کا روشن مینار ہیں۔

اس وقت عرب ممالک میں انگریزی زبان کی تعلیم کا آغاز ہو رہا ہے اور ان میں سے اکثر ممالک مغربی سامراج کے ہتھکنڈوں اور سیاست سے ناواقف ہیں۔ یہ حقائق اور حالات تقاضا کرتے ہیں کہ ہم اپنے اسلاف کی طرح پوری امت مسلمہ کی علمی اور فکری رہنمائی

کریں۔ آپ سب حضرات اپنے عرب اساتذہ اور محققین سے عربی زبان اور اسلامی علوم سیکھیں اور عربی زبان پر خاص توجہ دیں اور کامل یکسوئی سے محنت کر کے اس میں رسوخ اور مہارت پیدا کریں۔ کیونکہ عربی زبان میں مہارت سے آپ مستقبل میں ان ملکوں اور اقوام کی فکری راہنمائی اور قیادت کر سکتے ہیں''۔

(۷) ہمارے علاقے کے تمام ممالک میں عربی زبان بدنام ہوتی رہی ہے:

ہمارے تمام تعلیمی اداروں (کالجوں، یونیورسٹیوں اور دینی درس گاہوں) میں عربی زبان کے ناقص نصاب تعلیم اور فرسودہ طریقہ تدریس اور اس پر صدیوں تک اصرار کی وجہ سے یہ ہمارے ملک بلکہ خطے کے تمام ممالک میں بدنام رہی ہے۔ اصولی طور پر ہمارے تمام علماء، اساتذہ، مفکرین اور عوام وخواص عربی سے گہری محبت وعقیدت رکھتے ہیں۔ اور اپنے تمام اذکار اور عبادات اسی میں ادا کرتے اور اس کے الفاظ، تراکیب اور جملوں کو اپنی مقامی زبانوں میں بکثرت بولتے ہیں اور اسے اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنی مقدس کتاب قرآن کریم کی زبان ہونے کی ناطے بڑی عقیدت اور شوق سے پڑھتے ہیں اور سیکھتے ہیں لیکن اس کی تعلیم وتربیت لیتے وقت اسے غلطی سے ''غیر ملکی زبان'' اور نہایت مشکل اور پیچیدگیوں سے پر سمجھتے رہے ہیں۔ اس افسوسناک صورتحال کی وجہ یہ ہے کہ جب اساتذہ اور طلبہ یہ دیکھتے ہیں کہ وہ عرصہ تک عربی زبان، نحو وصرف، قرآن کریم کا متن، تفسیر قرآن، حدیث شریف، اصول حدیث، اسلامی عقائد، اسلامی فقہ، اور اصول فقہ کی مستند اور معیاری عربی کتابیں پڑھتے پڑھاتے رہنے اور ان میں شب وروز کی محنت کے باوجود عربی لکھنے اور بولنے سے قاصر رہے ہیں تو انہیں یقین ہو جاتا ہے کہ عربی غیر ملکی زبان ہے اور یہ اتنی مشکل زبان ہے کہ ہم اسے سیکھ نہیں سکتے۔ یہ مشہور غلط فہمی اور وہم ہے جو ہمارے خطے کے تمام ممالک میں صدیوں سے جاری ہے اور اب تک جاری ہے۔ اس خوف کی بنا پر ہمارے ذہین اور محنتی لوگ اسے سیکھنے کی کوشش نہ کر سکے۔ مسلمانوں کے لیے عربی کا اجنبی زبان ہونے یا مشکل یا پیچیدہ زبان ہونے کی رائے یا تصور قرآن کریم کی اس صریح اور محکم آیت کے خلاف ہے ﴿ولقد یَسَّرنَا القُرآن للذکر فَهَلْ مِنْ مُدَّکر﴾ (۱۷،۲۲،۳۲،۴۰ سورۃ القمر)۔ بلاشبہ ہم نے قرآن کو تدبر کے لیے بہت آسان کر دیا ہے۔ کیا کوئی تدبر کرنے والا ہے؟ اس لیے یہ رائے باطل اور غلط ہے (تفصیل دوسرے مقام پر دیکھئے) بلکہ یہ درس نظامی کے غلط نصاب اور غلط طریقہ تدریس کا نتیجہ ہے۔

(۸) عربی زبان کی بجائے پوری قوم کو انگریزی سیکھنے پر مجبور کیا جاتا رہا:

ایک اچھا اور معیاری نظام تعلیم معاشرے کے نظریہ حیات سے ہم آہنگ ہونے کے ساتھ ساتھ اس کی معاشی ضروریات اور تقاضوں کی تکمیل کرتا ہے۔ اس لیے نصاب تعلیم، تدریسی مواد اور تعلیم وتربیت کی تمام سرگرمیوں کو زیر تعلیم بچوں کی نفسیات، رجحانات اور تقاضوں کے مطابق ہونا چاہیے۔ جو نظام تعلیم اپنے طلبہ کی نفسیات، میلانات اور مستقبل کی امنگوں اور تقاضوں کی تکمیل نہ کرتا ہو وہ زیادہ مقبول نہیں رہتا۔ اسلامی مدارس میں پڑھایا جانے والا نصاب اور طریقہ تعلیم آج سے تین صدیاں قبل مغلوں کے دور میں ترتیب دیا گیا۔ وہ عصر حاضر کی ضروریات اور تقاضوں کی تکمیل کرتا ہے، نہ پڑھنے والے بچوں کی نفسیاتی، فکری اور معاشی ضروریات سے ہم آہنگ ہے۔

① اسلامی مدارس کے نصاب تعلیم میں ایک بڑا نقص یہ ہے کہ اس میں تعلیم کی مدت آٹھ سال بہت طویل ہے جسے دیکھ کر بچوں اور بچیوں کی زیادہ تعداد اس میں داخلہ لینے کے لیے آمادہ نہیں ہوتی۔ ان آٹھ سالوں سے پہلے کسی بامقصد اور منظور شدہ کورس کی تکمیل کا کوئی منصوبہ نہیں پایا جاتا اور جو بچے داخلہ لیتے ہیں ان میں سے اکثر چند سالوں میں تھک ہار کر اس تعلیم کو چھوڑ دیتے ہیں اور انہیں تعلیم چھوڑ کر جانے والوں میں سے شمار کیا جاتا ہے اور وہ خود بھی اپنے آپ کو ایسا ہی شمار کرتے ہیں۔ یہ بہت بڑا ظلم ہے۔ عربی زبان اور اسلامی علوم کی تعلیم بنیادی طور پر اتنی آسان

ہے کہ اس میں ایک سال ، ڈیڑھ سال اور دوسالوں کے بہت عمدہ کورسز پڑھا کر انہیں معلم وغیرہ تیار کیا جا سکتا ہے۔ بہرحال اصولی طور پر ہر تعلیمی کورس کو مناسب مدت کے لیے ہونا چاہیے۔
بہرحال ہمارے مروجہ درس نظامی کا یہ نقص بچوں کو عربی زبان اور اسلامی تعلیم سے دور کرنے کی بڑی وجہ ہے اور یہ عرصہ دراز سے موجود ہے۔

② مثلاً آج کا ہر مسلمان بچہ عربی زبان کے اچھے علم اور اسے لکھنے بولنے کی استعداد حاصل کرنے کا شوق رکھتا ہے۔ جبکہ درس نظامی میں یہ بات ابتدا سے انتہا تک مفقود ہے۔

③ اسلامی درسگاہ کے ہر باشعور بچے کا میلان یہ ہوتا ہے کہ وہ عربی زبان کا اچھا معلم بنے، لیکن عوام وخواص سب جانتے ہیں کہ اسلامی مدارس کے موجودہ نظام تعلیم کو پڑھنے سے یہ صلاحیت پیدا نہیں ہوتی۔

④ اسلامی علوم (قرآن کریم، تفسیر، حدیث ، اسلامی فقہ و قانون) اور عربی زبان کی اعلیٰ تعلیم کا طالب علم چاہتا ہے کہ وہ ان اسلامی علوم میں اعلیٰ ترقی اور تحقیق کی منزل کو حاصل کرے۔ لیکن اسے یہ دیکھ کر مایوسی ہوتی ہے کہ ہمارے ملک میں درس نظامی کا مروجہ درسی طریقہ اس کے لئے تحقیق و ترقی کی اعلیٰ راہوں کو ہموار نہیں کر سکتا۔

⑤ آج کے حالات اور ضروریات کو سمجھنے والے طلبہ کے تعلیمی مقاصد میں یہ تمنا ہوتی ہے کہ وہ قرآن کریم اور دیگر اسلامی علوم میں مہارت حاصل کر کے مستقبل میں ان کی خدمت اور اشاعت وترویج کے ساتھ اندرون یا بیرون ملک اچھا مقام اور اچھی معاش حاصل کریں۔ لیکن وہ دیکھتے ہیں کہ درس نظامی پڑھنے سے ایسی علمی ولسانی استعداد حاصل نہیں ہوتی۔

⑥ ہم دیکھتے ہیں کہ جو لوگ اسلامی مدارس کے خیرخواہ ہیں اور انہیں مالی تعاون پیش کرتے ہیں وہ بھی اگر معاشرے کے متوسط طبقے یا اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقے یا تاجر طبقے سے تعلق رکھتے ہوں تو وہ اپنے بچوں کو ان مدارس میں داخل نہیں کراتے۔ معاشرے کے خوشحال اور اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقے کے بچوں میں سے کوئی بھی ان مدارس میں داخل نہیں ہوتا۔
ان حالات کا یہ معنی بھی نہیں ہے کہ ایسے طبقوں کے سب لوگ قرآن کریم کی تعلیم یا اسلامی علوم کی تعلیم اور عربی زبان کی تعلیم کے۔ اللہ تعالیٰ نہ کرے۔ منکر ہو گئے ہیں، بلکہ ان کے دلوں میں قرآن کریم اور اسلامی علوم سے گہری محبت پائی جاتی ہے اور وہ اپنی بساط کے مطابق ان کی درس وتدریس کی مالی سرپرستی بھی کرتے ہیں لیکن جب وہ دیکھتے ہیں کہ درس نظامی عربی زبان بھی مناسب طریقے پر نہیں سکھاتا اور اسلامی علوم کی تعلیم میں بچوں کو فرقہ وارانہ مسائل اور چپقلش میں پھنسا دیا جاتا ہے اور یہ طریقہ تعلیم بچوں کے بہتر مستقبل کا کوئی اچھا تصور پیش نہیں کرتا تو وہ ان تلخ حقیقتوں کو دیکھتے ہوئے اپنے عزیزوں کو ان میں داخل کرانا مناسب نہیں سمجھتے، اور وہ انہیں اعلیٰ معیار کے ملکی یا غیر ملکی انگریزی اداروں میں داخل کرانے پر مجبور ہوتے ہیں۔

⑦ آج کے دور میں عرب دنیا سے ہمارے تعلقات بہت گہرے اور قریبی ہیں اور ہر دس پاکستانی خاندانوں میں سے کم از کم دو افراد اور کبھی تین چار اور اس سے زیادہ افراد اپنے عرب بھائیوں کے پاس کام کرتے ہیں۔ اور انہیں عملی طور پر آج کی ترقی یافتہ عربی زبان کے فہم اور اسے لکھنے بولنے کی شب وروز ضرورت پڑتی ہے، اور وہ اپنے بچوں کو بھی کسی معیاری عربی اور اسلامی درس گاہ میں داخلہ دلا کر اسلامی علوم اور عربی زبان کی اچھی تعلیم دلانے کے متمنی ہوتے ہیں۔ لیکن چونکہ درس نظامی بچوں میں یہ اہلیت پیدا نہیں کرتا اس لیے وہ انہیں اس میں داخل کرانا مناسب نہیں سمجھتے۔

⑧ ہمارے مدارس ، یونیورسٹیوں اور کالجوں میں عربی زبان کا مروجہ نصاب اور طریقہ تدریس چونکہ صدیوں پرانا ہونے کی وجہ سے عصر حاضر کے تعلیمی ،فکری اور تحقیقی معیار کو پورا نہیں کرتا، اس

لیے اسے دیکھ کر بعض اوقات ان علوم کے پروفیسرز، علماء اور مدرسین کے اپنے بچے بھی ان میں داخلہ لینے پر تیار نہیں ہوتے۔ اور کبھی یہ حضرات خود انہیں ان میں داخل نہیں کراتے۔

⑨ ہمارے ملک میں اسلامیات، عربی زبان اور درس نظامی کی پسماندگی کا ایک نہایت افسوسناک نتیجہ یہ بھی ہے کہ ان قابل قدر علوم اور مضامین کی تدریس پر مامور معلمین، اساتذہ اور پروفیسرز خود ہی اس احساس کمتری کا شکار ہوتے ہیں کہ انہیں عربی زبان کو پڑھنا اور لکھنا بولنا نہیں آتا۔ اس احساس کے ہوتے ہوئے آپ دیکھ لیجیے کہ وہ زیر تعلیم بچوں، نوجوانوں او رعلماء کی کیسی تعلیم و تربیت کر سکتے ہیں؟

⑩ ہمارے ملک او رمعاشرے میں عربی زبان اور درس نظامی کی پسماندگی کا ایک نتیجہ یہ بھی ہے کہ ملک میں عربی زبان اور عربی ادب کا ایسا آسان اور جدید لٹریچر شائع نہیں ہوتا جسے پڑھ کر ہمارے بچے، نوجوان، علماء اور اساتذہ اور عام شائقین اپنی تعلیم و تربیت کو ترقی دے سکیں۔ مارکیٹ میں تعلیمی اداروں کی صرف نصابی کتابیں ہی چھپتی اور فراہم ہوتی ہیں اور وہ سب اسی درس نظامی کے پرانے انداز میں لکھی گئی ہیں۔ دوسری طرف ہماری مارکیٹ میں اردو زبان یا انگریزی زبان پر اچھا، جدید او رمعیاری لٹریچر آسانی سے مل جاتا ہے اور کوئی شخص بھی اس سے استفادہ کر کے ان زبانوں میں ترقی کر سکتا ہے۔ میں ایسے کئی نوجوان علماء کو جانتا ہوں جو اسلامی مدارس میں عربی زبان اور اسلامی علوم کی تعلیم کو مکمل کر کے عربی میں تو تقریر اور تحریر و انشاء کی صلاحیت حاصل نہ کر سکے لیکن بعد میں انگریزی سیکھ کر اسے اچھا لکھنے اور بولنے کی صلاحیت حاصل کر کے اس کے اچھے معلم اور مصنف بن گئے۔

آیئے اب ہم مملکت پاکستان میں عربی زبان کے مقام اور اس کی صحیح اشاعت و ترویج کی شدید ضرورت کا احساس کریں اور اپنے دیرینہ جمود اور تغافل کے اندھیروں سے نکلنے کی کوشش کریں اور اپنے اداروں کے تعلیمی و تربیتی منصوبوں کی تیاری، تجدید اور تنظیم نو میں ان قومی و ملی ضروریات اور تقاضوں کی تکمیل کو مدنظر رکھیں۔ کیونکہ ان ناگزیر ضروریات اور تقاضوں کی تکمیل میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے علماء، معلمین، طلبہ اور عوام سب کے لیے بیشمار معاشی، تعلیمی، علمی و دینی فوائد و برکات رکھی ہیں۔ اور اسے ہمارے عوام، نوجوانوں اور علماء کی خدمت اور امت اسلامیہ کے درمیان رابطے اور اس کی وحدت وقوت کا ذریعہ بنایا ہے۔

ہمارے وطن عزیز پاکستان کو دور حاضر میں اپنی متنوع ضروریات اور تقاضوں کی مناسب تکمیل کے لئے اندروں و بیروں ملک جن جن شعبوں میں عربی زبان کے اچھے معلمین، اساتذہ، ماہرین، تعلیمی ماہرین، مصنفین، سفارتکاروں، علماء، مترجمین، محررین، صحافیوں وغیرہ کی ضرورت ہوتی ہے، میں اپنے مشاہدات اور تجربات کے مطابق یہاں اختصار کے ساتھ ان کی نشاندہی کرتا ہوں۔

(۱) شعبہ تعلیم وتربیت:

(۱) اسلامی مدارس میں جدید تربیت یافتہ معلمین کی ضرورت (بالفاظ دیگر موجودہ تمام معلمین کو تربیت دینے کی فوری ضرورت ہے۔) (پانچ ہزار معلّمین)

(۲) پرائمری اور مڈل سکولز۔ (دس ہزار معلّمین)

(۳) ثانوی اور انٹر کی سطح پر۔ (تین ہزار معلّمین)

(۴) کالجوں اور یونیورسٹیوں کی سطح پر عربی زبان و ادب کے ماہر اساتذہ کی ضرورت۔ (دو ہزار معلّمین)

(۲) شعبہ امور خارجہ:

(۱) سفراء، کونسلرز اور دیگر افسران جو عربی زبان بول سکتے ہوں۔ (ایک ہزار ماہرین)

(۲) وزرات خارجہ، پاکستانی سفارتخانوں، قونصل خانوں میں۔ (ایک سو پچاس مترجمین)

(۳) وزارت حج واوقاف:

(۱) حج کرنیوالے پاکستانی شہریوں کی اوسط تعداد (سالانہ) جنہیں

کم ازکم بنیادی عربی زبان سکھانا ضروری ہوتا ہے۔ (ایک لاکھ پچیس ہزار)

(۲) عمرہ کرنے والے پاکستانی شہریوں کی تعداد (سالانہ)۔ (دو لاکھ پچاس ہزار)

(۳) عربی زبان جاننے والے افسران کی ضرورت۔ (پندرہ)

(۴) عربی بول چال پر قادر خدام الحجاج وغیرہ کی ضرورت۔ (ایک سو پچاس)

(۴) شعبہ اطلاعات ونشریات:

(۱) عربی جاننے والے نیوز ریڈرز۔ (چالیس)

(۲) عربی کے محررین۔ (چالیس)

(۳) عربی کے مترجمین۔ (دوسو)

(۴) عربی زبان کے کمپوزرز۔ (دوسو)

(۵) عربی ادب اور اسلامی علوم کے شعبوں میں:

(۱) عربی ادب کے ماہرین، ادباء اور شعراء کی ضرورت۔ (پچاس)

(۲) مختلف اسلامی علوم (تفسیر، حدیث، فقہ اور عربی زبان و ادب وغیرہ) کے مصنفین و محققین۔ (پچاس)

(۳) اہم ملکی اور بین الاقوامی مسائل مثلاً کشمیر، دفاع پاکستان، ایٹمی مسائل، وحدت امت اور دیگر اہم سیاسی مسائل اور حالات سے باخبر اور اچھی عربی زبان جاننے والے ماہرین کی ضرورت۔ (پندرہ)

(۶) وزارت دفاع:

(۱) ایسے افسران کی ضرورت جو عربی زبان بول سکتے ہوں۔ (دوسو)

(۲) عربی مترجمین کی ضرورت۔ (ایک سو)

(۷) صنعت وتجارت:

ایسے تاجران اور معاونین جو عربی زبان بول سکتے ہوں۔ (تین ہزار)

(۸) پرائیویٹ سیکٹر میں ماہر عربی مترجمین کی ضرورت: (تین سو)

(۹) بیرونی ممالک میں عربی زبان جاننے والے پاکستانی شہریوں کی ضرورت

(۱) ناظرہ قرآن کریم، تجوید وقراءت اور تحفیظ القرآن الکریم کے ایسے معلّمین کی ضرورت جو عربی زبان بول سکتے ہوں۔ (پانچ ہزار)

(۲) ایسے ائمہ مساجد، خطباء جو عربی زبان میں مناسب مہارت کے مالک ہوں۔ (ایک ہزار)

(۳) ایسے مزدور، ٹیکنیشنز جو عربی زبان اچھی بولتے ہوں (سالانہ)۔ (پانچ لاکھ)

(۴) عربی زبان کے اچھے کمپوزرز۔ (پانچ سو)

(۵) ایسے اطباء، انجینئرز، سائنسدانوں اور پروفیسرز وغیرہ کی ضرورت جو عربی زبان بول سکتے ہوں۔ (پانچ ہزار)

نوٹ: اس وقت مختلف عرب ملکوں میں کام کرنے والے پاکستانی شہریوں کی تعداد تقریباً ۴۰/۵۰ لاکھ سے زیادہ ہوگی۔ انہیں ان ممالک میں طرح طرح کے مسائل سے واسطہ پڑھتا ہے اس لیے عرب ممالک میں روزگار کے لیے جانے والے شہریوں کو ابتدائی عربی زبان کی تعلیم دینے کی شدید ضرورت ہوتی ہے۔

تذکرہ علمائے اہل حدیث

قسط نمبر ۲ آخری

فاتح شیعیت مناظر اسلام مولانا محمد صدیق بلوچ رحمہ اللہ

مولانا محمد عبید اللہ خاں عفیف

۱۰۔ تصنیفات:

مولانا صاحب نہ صرف کامیاب خطیب اور نامور مناظر تھے بلکہ اچھے خاصے مصنف اور محقق بھی تھے۔ آپ نے شیعیت کے ردّ میں متعدد کتابیں بھی تصنیف فرمائی ہیں جو بقامت کہتر و در مفہوم بہتر کی مصداق ہیں۔ آپ نے تحقیق و تدقیق کا حق ادا کرتے ہوئے ہر ایک کتاب میں شیعی مسلمات سے ایسے بیسیوں ٹھوس دلائل قیمہ جمع فرما دیئے ہیں کہ شیعہ ان کا جواب لکھنے سے قاصر چلے آرہے ہیں۔ چند ایک یہ ہیں:

۱۔ ایمان اور تعزیہ۔ ۲۔ مروّجہ ماتم حسینؓ۔ ۳۔ مقالات صدیقیؒ۔ ۴۔ القول المقبول فی تزویج بنات الرسولؐ۔ ۵۔ القول الجلی فی تزویج امّ کلثوم بنت علیؓ۔

جب کہ مفتی سیاح الدین دیوبندی رحمہ اللہ نے اس کا عام فہم نام نکاح ام کلثوم رضی اللہ عنہا ہمراہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تجویز فرمایا۔ جب یہ معرکۃ آراء کتاب طبع ہوکر بازار میں آئی تو شیعی حلقوں میں بڑی بوکھلاہٹ پیدا ہوئی۔ مشہور شیعی مناظر مولوی اسماعیل دیوبندی نے جواب سے عاجزی کا اعتراف کرتے ہوئے فیصل آباد کی عدالت میں اس کتاب کو چیلنج کردیا تو نوٹس آنے پر اس موضوع سے متعلق شیعی کتب کا گٹھا لے کر عدالت میں پیش ہوگیا۔ مولانا نے پیشی کے موقع پر عدالت کے روبرو اس نکاح کے ثبوت میں شیعہ کی کتب معتبرہ میں سے بیسیوں دلائل ساطعہ اور براہین قاطعہ پیش کرنے کے بعد کہا کہ اگر کوئی حوالہ غلط ہے تو درست کرنے کو تیار ہوں اور اگر میرے حریف کو میرے کسی حوالہ کے ترجمہ پر اعتراض ہے تو ترجمہ خود کردیں۔ مجھے آئندہ ایڈیشن میں ان کا ترجمہ درج کرنے میں تامل نہ ہوگا۔ بالآخر میرے حریف نے شرمندہ ہوکر اپنے مقدمہ کی پیروی چھوڑ دی اور عدالت نے مقدمہ خارج کردیا۔ آپ کی یہ کتاب بقامت کہتر وبقیمت بہتر کا مکمل مصداق اور لاجواب کتاب ہے۔ شیعہ آج تک اس کتاب کا جواب نہیں لکھ سکے۔

۶۔ کشف الاسرار۔ یہ میری آخری کتاب ہے۔ ہوا یہ کہ ۱۹۷۳ء میں ساہیوال کے ذاکر طالب حسین نے ایک کتاب نعیم الابرار شائع کی۔ جس کے آخر میں بڑے فخر وغرور کے ساتھ اہل سنت سے ۲۴ سوالات کا جواب طلب کرتے ہوئے یہ دعویٰ کیا تھا کہ کوئی سنی مولوی میرے اس چیلنج کا قیامت تک سامنا نہیں کرسکتا۔ جونہی یہ کتاب مجھ تک پہنچی تو میں نے بلاکسی تاخیر کے بقوائے ؎ بلائیں زلف جاناں کی اگر لیں گے تو ہم لیں گے۔ ترکی بہ ترکی ان تمام سوالات کا مسکت اور دندان شکن جواب بنام کشف الاسرار بجواب نعیم الابرار لکھ کر شائع کردیا اور آج تک شیعی دنیا کا کوئی عالم اور ذاکر میری اس کتاب کا جواب نہیں لکھ سکا۔

۱۱۔ مناظرات:

میرے سوال کے جواب میں سلسلہ کلام شروع رکھتے ہوئے فرمایا جیسا کہ پہلے بتا چکا ہوں کہ میری کچھ برادری شیعہ ہے اور ان کے ساتھ آئے دن کی مڈبھیڑ کے نتیجہ میں ردّ شیعیت اور وکالت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم میری زندگی کا خصوصی موضوع اور طبیعت ثانیہ بن چکی ہے۔ (اور واقعی آپ کو شیعی لٹریچر پر اتنا عبور حاصل تھا کہ آپ بجا طور پر روافض (شیعیت) میں اتھارٹی کی حیثیت اختیار کرچکے تھے۔) آپ اپنی چالیس سالہ تبلیغی زندگی میں عظمت صحابہ، وکالت صحابہ، خلافت خلفاء ثلاثہ، نکاح امّ کلثوم بنت علی ہمراہ عمر بن

خطاب (رضی اللہ عنہم) اور مسئلہ فدک، اور ردّ تعزیہ جیسے خالص علمی موضوعات پر متعدد مناظرات میں شیعہ مناظرین کے دانت کھٹے کر چکے ہیں مگر مولانا کے بقول ان کے چھ مناظرے بڑے معرکۃ آراء تھے جن میں شیعہ اور بریلوی مناظرین کو بڑی ذلت آمیز شکست کا منہ دیکھنا پڑا جن کی تفصیل حسب ذیل ہیں:

ا۔ مولوی اسماعیل گوجروی سے پہلی ملاقات:

میرے اس سوال پر کہ مولانا صاحب شیعی مناظر مولوی اسماعیل دیوبندی گوجروی کے ساتھ آپ کی پہلی ملاقات کہاں اور کیسے ہوئی؟ کے جواب میں فرمایا مولوی اسماعیل دیوبندی کے ساتھ میری پہلی ملاقات منڈی تاندلیاں والا میں ہوئی۔ وجہ یہ ہوئی کہ مولوی اسماعیل دیوبندی تاندلیاں والا میں دیوبندیوں کے مولوی عبدالقوی کے پاس آیا اور تعجیل افطار (روزہ جلد افطار کرنا) کے موضوع پر شیعہ دیوبندی نے حنفی دیوبندی کو مناظرہ کی دعوت دی۔ مولوی عبدالقوی دیوبندی نے مجبور ہو کر مجھے بلا بھیجا۔ مولوی اسماعیل دیوبندی شیعہ کے ساتھ یہ میری پہلی نوک جھونک تھی۔ پھر یہی نوک جھونک مجھے کامیاب مناظر بنا گئی۔

۲: بعد ازاں مولوی اسماعیل شیعہ نے ساہیوال کے مشہور دیوبندی مدرسہ جامعہ رشیدیہ کے قاری لطف اللہ جالندھری کو مناظرہ کا چیلنج کر دیا۔ اور میدان مناظرہ کمالیہ کے علاقہ میں تھا۔ جب قاری لطف اللہ مرحوم نے مولوی اسماعیل کے مقابلہ میں اپنے آپ کو بے بس پایا تو انہوں نے مجھے بلا لیا۔ مولوی اسماعیل شیعہ نے یہ کہہ کر کہ میں نے تو دیوبندیوں کو چیلنج کیا ہے آپ چوں کہ غیر مقلد اور اہل حدیث ہیں میں نے آپ کو چیلنج کیا ہی نہیں۔ لہٰذا میں آپ سے مناظرہ کرنے نہیں آیا۔ میں تو مقلدین احناف سے مناظرہ کرنے آیا ہوں۔ اور یوں میری غیر مقلدیت کا سہارا لے کر مولوی اسماعیل نے راہِ فرار اختیار کی۔ میں نے وہاں شیعہ مناظر کا تین دن تک انتظار کیا۔

۳: مولانا نے فرمایا کہ میں الیکشن لڑ رہا تھا کہ موڑ کھنڈا میں شیعہ آبادی نے ماتم مروجہ کے موضوع پر مولوی محمد عمر اچھروی بریلوی حنفی کو مناظرہ کرنے کا چیلنج کر دیا۔ جب مولوی عمر اچھروی کو معلوم ہوا کہ میرا حریف مولوی اسماعیل دیوبندی جیسا ہوشیار آدمی ہے تو اس نے مولوی اسماعیل سے مرعوب ہو کر اپنے بیٹے عبدالتواب کو میرے پاس بھیجا کہ میں سنیوں کی طرف سے شیعی مناظر سے مناظرہ کروں۔ میں نے مناظرہ کی حامی بھر لی۔ الیکشن کی مصروفیت کو بالائے طاق رکھ کر تاریخ مقررہ پر موڑ کھنڈا پہنچ گیا۔ کوٹ اللہ جوایا میں مناظرہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے مولوی اسماعیل دیوبندی کو شکست فاش دی۔ والحمد لله علی ذالك

۴: مولانا صاحب آپ نے فرمایا ہے کہ یوں تو میں نے شیعہ اور بریلویوں سے متعدد مناظرے کیے ہیں مگر میرے چھ مناظرے بڑے معرکۃ آراء ہیں آپ کے وہ چھ مناظرے کون کون سے ہیں؟ کیا آپ ان پر روشنی ڈالنا پسند فرمائیں گے۔ تو مولانا نے فرمایا وہ یہ ہیں:

ا۔ مناظرہ جھوک کرپالہ:

میرا پہلا اور معرکۃ آراء مناظرہ تشکیل پاکستان سے چند برس قبل خود میرے اپنے گاؤں جھوک کرپالہ میں مشہور شیعی مناظر مولوی اسماعیل دیوبندی گوجروی سے ہوا۔ چوں کہ اس مناظرے کا اہتمام میری برادری کے بعض خوانین نے کیا تھا اس لیے انہوں نے اس مناظرے کا موضوع صداقت مذہب شیعہ تجویز کیا جو میں نے قبول کر لیا۔ اس دور میں ہمارے علاقہ میں سب سے بڑا عالم دین مولوی دوست محمد بریلوی کو سمجھا جاتا تھا۔ یہ صاحب چوں کہ کٹر بریلوی حنفی تھے اس لیے اہل حدیث دشمنی میں بڑے بدنام تھے۔ یعنی اس جنس شریف کو اہل حدیث کے ساتھ خدا واسطے کا بیر تھا۔ شیعہ یار لوگوں نے اس بریلوی مولوی صاحب کو محض اس لیے اپنا ثالث مقرر کر لیا کہ وہ اہل حدیث کا سخت دشمن ہے لہٰذا وہ ہماری طرف داری ضرور کرے گا۔ میں نے بھی توکلاً علی اللہ ان کو اپنا ثالث مان لیا۔

مناظرہ شروع ہوا۔ جب شیعی مناظر اپنا دعویٰ اور اس کے تمام دلائل پیش کر چکا تو میں نے اپنے جوابی خطاب میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس کے تمام مزعومہ دلائل کا قرآنِ مجید اور شیعہ کی کتب معتبرہ

کے ٹھوس حوالہ جات کے ساتھ اتنا پرزور اور مدلل ردّ کیا کہ ثالث مناظرہ مولوی دوست محمد بریلوی حنفی نے میرے دلائل قاطعہ اور براہین ساطعہ کے پیش نظر میرے حق میں دوٹوک فیصلہ تحریر کرکے میدان مناظرہ میں میری شاندار فتح کا اعلان کردیا۔ بحمدللہ نتائج کے لحاظ سے میرا یہ پہلا مناظرہ مسلک اہل حدیث کے حق میں اتنا مفید ثابت ہوا کہ مناظرہ کرانے والے ایک گھر کے سوا میرے گاؤں کے اکثر شیعہ بلوچ اہل حدیث بن گئے۔

۲۔ دوسرا مناظرہ:

آپ نے فرمایا کہ میرے حریف مولوی اسماعیل شیعہ کو اپنی اس بدترین شکست کا بڑا رنج ہوا۔ لہٰذا اس نے اپنی اس کھلی شکست کی خفت مٹانے کے لیے اپنی اس شکست کے دو برس بعد اسی موضوع پر دوبارہ مناظرہ کا چیلنج کردیا جو میں نے قبول کرلیا۔ حسب سابق فریقین کی طرف سے وہی مولوی دوست محمد بریلوی حنفی ثالث قرار پائے۔ مناظرہ پہلے سے بھی زیادہ زورشور کے ساتھ ہوا۔ بالآخر ثالث نے فریقین کے پیش کردہ دلائل کا موازنہ اور محاکمہ کرکے اپنے سابق فیصلہ کو بحال رکھتے ہوئے میری کھلی فتح کا پھر اعلان کردیا۔

۳۔ تیسرا مناظرہ حضرت کیلیانوالہ:

سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے مولانا نے فرمایا میرا تیسرا کامیاب مناظرہ سیّد خادم حسین بخاری کے ساتھ بمقام حضرت کیلیانوالہ نواح نوشہرہ ورکاں ضلع گوجراں والا میں ہوا تھا۔ مناظرے کا موضوع قدامت وصداقت مذہب شیعہ ہی تھا۔ جب کہ مولوی اسماعیل دیوبندی اور ایک سندھی ذاکر سیّد خادم حسین کے معاون تھے۔ اس ذاکر کا مجھے اس وقت نام یادنہیں رہا۔ اور میرے معاون حافظ اسماعیل روپڑی رحمہ اللہ اور مناظر اسلام حافظ عبدلقادر روپڑی رحمہ اللہ تھے اور میرے ثالث حافظ عبداللہ محدث روپڑی رحمہ اللہ تھے۔

میرے حریف نے اپنے دعویٰ کے اثبات میں سورۃ الصّٰفٰت کی آیت ﴿وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ﴾ پیش کی اور ترجمہ کرتے ہوئے کہا کہ حاضرین! دیکھئے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت نوح علیہ السلام کا شیعہ قرار دیا ہے۔ لہٰذا میرا دعویٰ ثابت ہوا کہ شیعہ حضرت نوح علیہ السلام کے عہد میں بھی موجود تھے۔ جب شیعہ مناظر اپنا بیان ختم کرچکا تو میں نے اس کے جواب میں سورۃ القمر کی آیت ﴿وَلَقَدْ اَهْلَكْنَآ اَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾ تلاوت کرکے ترجمہ اور مطلب بیان کرتے ہوئے سامعین کو بتلایا کہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ ہم تمہارے اگلے (گمراہ) شیعوں کو (ان کی گمراہی کی وجہ سے) ہلاک کرچکے ہیں۔ پس ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟ پھر میں نے سورۃ مریم کی آیت ﴿ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا﴾ پڑھ کر ترجمہ اور مطلب بیان کرتے ہوئے بتایا کہ حاضرین! دیکھئے قرآن صاف کہہ رہا ہے کہ بڑے بڑے شیعہ جہنمی ہیں اور جہنمی وہی ہوتا ہے جو جھوٹا اور گمراہ ہوتا ہے۔ لہٰذا روز روشن کی طرح ثابت ہوا کہ شیعی مذہب باطل اور شیعہ جہنمی ہیں۔

بس پھر کیا تھا؟ شیعہ مناظر بوکھلا کر رہ گیا اور مولوی اسماعیل بھی اس کو کوئی سہارا نہ دے سکا۔ میرے حریف نے دوسری مجلس میں اگرچہ بہت ہاتھ پاؤں مارے مگر بات جو پہلے بگڑ چکی تھی وہ بن نہ سکی۔ مختصر یہ کہ ثالث نے تیسری مجلس پر میری کامیابی کا اعلان کردیا۔ مناظرہ کرانے والے شیعوں کو اپنی اس کھلی شکست وریخت پر اتنی شرمندگی ہوئی کہ انہوں نے طیش میں آ کر مولوی اسماعیل شیعہ سے اپنی ادا کردہ فیس مناظرہ مبلغ پانچ صد روپے کی واپسی کا مطالبہ کرتے ہوئے ان کی کتابیں چھین لیں۔ اور اپنے مناظرین کا گھیراؤ کرلیا۔ بات تھانے تک پہنچ گئی۔ مولوی اسماعیل کی قسمت سے تھانیدار شیعہ تھا۔ اس نے شیعہ کے مشتعل لڑکوں کو سمجھایا کہ مولوی صدیق کے ہاتھوں مذہب شیعہ کی پہلی ہی بڑی درگت ہوچکی ہے اور آپ اپنے مناظر کی کتابیں چھین کر سنیوں کی خوشیوں کو دوبالا کررہے ہیں۔ اپنے شکست خوردہ اور زخمی دل مناظرین سے فیس کی واپسی کا مطالبہ شیعہ مذہب کے مستقبل کو مزید تاریک بنا دے گا۔ لہٰذا آپ اپنے مذہب کے مستقبل کی خاطر مولوی اسماعیل دیوبندی کی کتابیں واپس کردیں۔ تب کہیں جا کر کتابیں واپس ہوئیں اور تھانیدار مولوی اسماعیل کو

مشتعل شیعہ جوانوں کے حلقہ سے نکال کر اپنے ساتھ لے گیا۔ ورنہ شاید وہ اپنے مناظر کی پٹائی بھی کرتے۔

۴۔المناظرۃ اللیلیۃ کوٹ سمابہ ضلع رحیم یارخاں:

آپ نے گفتگو جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ میرا بہت ہی معرکہ آراء مناظرہ وہ ہے جو ۱۹۵۶ء میں کوٹ سمابہ ضلع رحیم یارخاں میں ہوا تھا۔ دراصل یہ مناظرہ مولوی دوست محمد قریشی، سیّد نور الحسن بخاری دیوبندی اور اسماعیل گوجروی کے درمیان طے پایا تھا۔ مناظرہ کا موضوع اثبات خلافت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھا۔ شیعی مناظر مولوی اسماعیل نے چابک دستی اور کمال ہوشیاری کے ساتھ یہ شرط منوالی کہ اگر سنی مناظر ابوبکر صدیق اور عمر فاروق (رضی اللہ عنہما) کی خلافت کے اثبات میں ہماری کتابوں سے ایسی کوئی واضح دلیل دکھلا دیں جس میں چار باتیں کھلے الفاظ میں بیان کی گئی ہوں: ۱۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل کا فیصلہ کیا گیا، مرقوم ہو۔ ۲۔ یہ فیصلہ اللہ تعالیٰ نے کیا ہو۔ ۳۔ اس فیصلہ کا اعلان بنفس نفیس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہو اور ۴۔ یہ فیصلہ ہماری کسی مستند کتاب میں موجود ہو۔ اگر سنی مناظر کوئی ایسی واضح دلیل پیش کر دیں تو میں شیعیت سے تائب ہو کر اہل سنت والجماعت میں شامل ہو جاؤں گا اور پانچ صد روپے بطور انعام پیش کروں گا۔

جب مولانا دوست محمد قریشی اور سیّد نور الحسن بخاری دیوبندی حنفی نے ان چاروں شرطوں کی سنگینی پر غور کیا اور شکست سامنے مچلتے ہوئے گھورنے لگی تو دونوں بڑے پریشان ہوئے۔ ادھر مولوی اسماعیل شیعی نے یہ چیلنج حنفیوں کے ایک بھرے جلسہ میں مداخلت کرتے ہوئے کیا تھا جس سے فضا اور زیادہ حنیفوں کے خلاف اپنے تیور بدل رہی تھی۔ بالآخر مولوی دوست محمد قریشی اور سیّد نور الحسن بخاری ''اپنی تنظیم اہل سنت'' کے صدر احمد خان پتانی بلوچ اور مولوی محمد علی جالندھری کو ساتھ لے کر بھاگم بھاگ میرے پاس تشریف لائے۔ احمد خاں بلوچ نے کہا کہ مولانا صاحب ہمارے حنفی مناظر تو ہمیں رسوا کر رہے ہیں کہ انہوں نے غیر شعوری طور پر شیعہ مناظر کی من مانی شرط تسلیم کر لی ہے اور اب اس شرط کے مطابق مناظرہ سے جان چھڑانے کے لیے ادھر ادھر ہاتھ مار رہے ہیں۔ لہٰذا آپ کی خدمت میں درخواست ہے کہ آپ ہمارے ساتھ تعاون کریں اور شیعہ مناظر کے ساتھ مناظرہ کریں۔ تو میں نے ان دیوبندی علماء سے کہا کہ آپ لوگ اپنی درسگاہوں، نجی مجلسوں اور سالانہ جلسوں میں اہل حدیث کو کوسنے دیتے تھکتے نہیں۔ بد مذہب، غیر مقلد اور انگریز کے ایجنٹ وغیرہ کیا کچھ کہتے رہتے ہو۔ مگر آپ کو جب کوئی مشکل پیش آتی ہے تو اہل حدیث کو قربانی کا بکرا بنانے کے لیے درخواستیں لے کر آجاتے ہو۔ مجھے آپ کی یہ دوغلی روش اور وتیرہ ہرگز پسند نہیں۔ لہٰذا میں آپ کی یہ درخواست قبول نہیں کر سکتا۔

میرے انکار پر مولوی محمد علی جالندھری نے میری داڑھی کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا کہ مولانا آپ کے گلے شکوے بالکل بجا ہیں۔ میں مانتا ہوں ایسا ہی ہوتا ہے۔ مگر اس وقت سوال دیوبندیوں کی شکست کا نہیں بلکہ مسلک اہل سنت وجماعت کی لاج کا ہے۔ اسی لیے آپ اللہ کے واسطے آپس کے یہ اختلاف بھلا کر ہمارے ساتھ تعاون فرمائیں، اللہ تعالیٰ آپ کو اجر جزیل عطا فرمائے گا۔ تب میں نے ان کی لجاجت اور بے بسی دیکھ کر یہ مسئلہ اہل حدیث کے مشہور مناظر اور شیعی کتب کے غواص اور میدانِ مناظرہ کے بے باک شہسوار حضرت مولانا ملک ابوالحریز عبدالعزیز ملتانی اور فاتح عیسائیت مناظر اسلام مولانا احمد دین گکھڑوی رحمہ اللہ کی خدمت عالیہ میں پیش کیا۔ انہوں نے اس شرط کی سنگینی کے مَالَہٗ وَمَا عَلَیْہِ کا مکمل جائزہ لے کر آمادگی کا اظہار فرمایا اور بطور معاون تیار ہو گئے۔ اور طے شدہ تاریخ پر کوٹ سمابہ پہنچ گئے۔

بڑے گھمسان کا رن پڑا۔ ساری رات مناظرہ جاری رہا۔ میں اپنے حریف کو ادھر ادھر کی پٹخنیاں دیتا رہا۔ اپنی آخری ٹرن پر میں نے درج ذیل اپنا پسندیدہ شعر پڑھا۔

انہیں کے مطلب کی کہہ رہا ہوں زباں میری ہے بات ان کی
ان کی محفل سجا رہا ہوں چراغ میرا ہے رات ان کی

پھر میں نے مشہور شیعہ مفسر علی بن ابراہیم قمی کی تفسیر قمی ہاتھ میں

پکڑی اور مولوی اسماعیل شیعہ دیوبندی کی مطلوبہ چاروں شرطوں پر مبنی فیصلہ کن روایت پڑھ کر سنا دی جو میں نے جان بوجھ کر اسی موقعہ کے لیے رکھی ہوئی تھی، جس کے الفاظ یہ ہیں:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِحَفْصَةَ اِنَّ اَبَا بَكْرٍ يَلِيْ الْخَلَافَةَ بَعْدِيْ ثُمَّ بَعْدَهٗ اَبُوْكِ فَقَالَتْ مَنْ اَنْبَاكَ هٰذَا قَالَ نَبَّأَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ . (سورة التحريم)

''کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بی بی حفصہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا بے شک میرے بعد ابوبکر والیٔ خلافت ہوگا پھر اس کے بعد تیرا باپ عمر (رضی اللہ عنہ) خلیفہ ہوگا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ آپ کو یہ خبر کسی نے دی؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ خبر مجھے اللہ علیم خبیر نے دی ہے۔'' حوالہ تفسیر قمی سورۃ التحریم آیت ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ﴾ الآیۃ

بس پھر کیا تھا مولوی اسماعیل شیعہ کے ہاتھ کے طوطے اڑ گئے اور وہ ہکلا کے رہ گئے۔ مولوی محمد علی جالندھری مرحوم یہ فیصلہ کن، مسکت اور ناقابل تردید دلیل سن کر فرط خوشی میں سچ مچ اسٹیج پر بھنگڑا ڈالنے لگ گئے۔ مولانا نے فرمایا میرا حریف شیعہ مناظر مولوی اسماعیل تفسیر قمی کا یہ حوالہ سن کر سراسیمہ ہو کر رہ گیا، شیعی ثالث نے اپنے مناظر کی بے بسی اور میرے دلائل قاطعہ کے پیش نظر ازراہ انصاف سنی ثالث مولوی لال حسین اختر کے فیصلہ سے پہلے از خود میری شاندار فتح کا اعلان کر دیا۔ اعلان ہوتے ہی کم از کم تیس شیعی افراد نے شیعیت سے تائب ہو کر مسلک اہل سنت اختیار کر لیا۔ والحمد للہ علی ذالك

راقم الحروف ان دنوں خانیوال میں نحو میر اور ابواب الصرف پڑھتا تھا۔ وہاں میں نے اس مناظرہ کی روئیداد خود پڑھی تھی۔ دیوبندیوں کے مشہور شاعر کمتر میانوالوی نے مولانا صاحب کی اس شاندار فتح پر ایک بہترین نظم میں ان کو خراجِ تحسین پیش کیا جس کے تین بند اس وقت سے میرے حافظہ میں محفوظ ہیں جو یہ ہیں:

رات سہمی ہوئی حیران تھی
اہل سنت کی وہاں اک شان تھی
اہل سنت کی طرف سے تھا صدیق
شیر تھا اور شیر تھے اس کے رفیق
شیعہ کی طرف سے تھا اسماعیل ہے
خدا شاہد ہوا بے حد ذلیل

چوں کہ یہ مناظرہ ساری رات جاری رہا۔ اس مناسبت سے یہ مناظرہ المناظرة الليلية کے نام سے مشہور ہوا۔ اس شاندار فتح پر تنظیم اہل سنت و جماعت کے صدر خان احمد خاں پتانی بلوچ اور مولوی محمد علی جالندھری کو اتنی خوشی ہوئی کہ انہوں نے لاہور جا کر حضرت غزنوی رحمہ اللہ کو مبارک باد دی اور جمعیۃ اہل حدیث کے اس بے مثال تعاون کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کیا۔

۵۔ پانچواں مناظرہ:

مولانا نے فرمایا میرا پانچواں کامیاب مناظرہ مولوی محمد عمر اچھروی بریلوی کے ساتھ ہوا تھا۔ اور رکعات تراویح اور مسئلہ علم غیب کلی اس مناظرہ کا موضوع تھا۔ اس مناظرے کے باقاعدہ اشتہار شائع ہوئے۔ یہ مناظرہ شہر کے معززین کی موجودگی میں فیصل آباد شہر کے چوک گھنٹہ گھر ہوا تھا۔ جو ظہر سے مغرب تک جاری رہا۔ جس میں مولوی عمر اچھروی کو بڑی خفت اٹھانی پڑی اور بحمد اللہ میرا پلہ بھاری رہا۔

۶۔ چھٹا مناظرہ:

بعد ازاں اس خفت اور ذلت کو مٹانے کے لیے فیصل آباد کے بریلویوں نے مجھے پھر مناظرہ کا چیلنج دے دیا۔ اور اس کی تشہیر کے لیے اشتہار بھی شائع کر دیا۔ میں نے ان کا یہ چیلنج بھی قبول کر لیا اور طے شدہ پروگرام کے مطابق یہ مناظرہ حاجی عبدالکریم مسافر مرحوم کی دکان کے سامنے متصل چوک گھنٹہ گھر کارخانہ بازار میں ہوا۔ بریلوی مناظر مولوی احسان صاحب اپنی متوقع شکست کے خوف سے دوران مناظرہ ہی میدان چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ اور یوں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مجھے کامیابی سے ہمکنار فرمایا۔ ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ

يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ۔

بریلویوں کی ڈھٹائی دیکھئے کہ اپنی اس شرمناک شکست کے باوجود مولوی سردار احمد بریلوی کی پارٹی نے اپنی فتح کا جھوٹا اشتہار شائع کردیا۔ جس پر عوام الناس کو اصل صورت حال سے آگاہ کرنے کے لیے جمعیۃ اہل حدیث فیصل آباد شہر کو بھی اشتہار بنام ڈھول کا پول شائع کرنا پڑا۔

۱۲۔ جماعتی اور سیاسی سرگرمیاں:

مولانا صاحب بلاشبہ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔ آپ بیک وقت نامور عالم دین، ملک کے مشہور مقرر، شعلہ نوا خطیب، روافض میں اتھارٹی، محقق ومصنف ہونے کے ساتھ ساتھ ملکی سیاست پر بھی گہری نظر رکھتے تھے۔ جب حالات حاضرہ اور سیاسی مسائل پر تبصرہ فرماتے تو خطاب وبیان میں دلائل کی برکھا برساتے چلے جاتے۔ اپنے زور بیان سے سامعین پر ایسا جادو جگاتے کہ ہزاروں لاکھوں کے مجمع پر سناٹا چھا جاتا اور گوش برآواز آپ کا خطاب سننے پر بے بس اور مجبور نظر آتے۔ مرحوم سیاسی لحاظ سے اپنے شیخ حافظ ابراہیم میر سیالکوٹی رحمہ اللہ کی طرح پکے مسلم لیگی تھے اور تقریباً عمر بھر مسلم لیگی ہی رہے۔ مسلم لیگ پر انحطاط وادبار کے کئی دور آئے مگر آپ کے پایہ استقلال میں لغزش نہیں آئی۔ مسلم لیگ کی کوکھ سے کئی لیگوں نے جنم لیا مگر آپ کی جملہ ہمدردیاں اسی پرانی مسلم لیگ کے ساتھ استوار رہیں جس نے پاکستان بنایا تھا۔ آپ نے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز ایم۔ ایل۔ اے کے انتخاب میں حصہ لے کر کیا۔ اور اس دن سے لے کر جنرل ضیاء الحق شہیدؒ کے ریفرنڈم تک برابر سیاست میں قدم زن رہے۔

حسب سابق مولانا صاحب مارچ ۱۹۷۷ء کے عام انتخاب میں ایم۔ این۔ اے کی سیٹ پر انتخاب لڑ رہے تھے۔ پہلے تو ستیانہ بنگلہ میں ایک انتخابی مہم پر غلام نبی گجر امیدوار پیپلز پارٹی نے آپ پر حملہ کرا دیا جس میں مولانا کو معمولی زخم آئے۔ بعد ازاں علاقہ مجسٹریٹ محمد خاں موہل کے ذریعہ آپ پر قتل کا مقدمہ قائم کرا دیا گیا۔ جب عدالتی تحقیق کے مطابق یہ مقدمہ صاف جھوٹا نکلا تو فیصل آباد کی سیشن کورٹ نے اس فرضی اور بوگس مقدمہ کو خارج کردیا۔

۱۴۔ جرأت وبے باکی:

عام واعظین کا تو ذکر ہی کیا ہم نے مولوی غلام اللہ جیسے بھاری بھرکم شیخ القرآن کو دفعہ ۱۴۴ کے سامنے ہتھیار ڈالتے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ مگر ہمارے ممدوح ایسے ہرگز نہ تھے۔ قدرت نے جس قدر آپ کو علمی جلالت اور ذاتی وجاہت سے نوازا تھا اسی قدر غیر معمولی جرأت وبے باکی بھی آپ کو ودیعت فرمائی تھی۔ حالات جتنے بھی مخدوش ہوں، فضا جتنی بھی بھیانک، مخالف اور حریف خواہ کتنا بھی طاقتور ہو، آپ ظروف واحوال کی قدغنوں کو پامال اور سرکاری پابندیوں کو پاؤں تلے روندتے ہوئے مخالف کے اسٹیج پر پہنچ جاتے۔

یہ نغمہ فصل گل و لالہ کا نہیں پابند
بہار ہو کہ خزاں لا الہ الا اللہ

۱۵۔ دفعہ ۱۴۴ کی خلاف ورزی:

غالباً ۱۹۵۵ء کی بات ہے کہ منڈی جڑاں والا کے بریلویوں نے تحصیلدار کے ساتھ ساز باز کرکے غلہ منڈی کی اہل حدیث مسجد پر قبضہ کرلینے کا منصوبہ بنا لیا۔ اہل حدیث کی مزاحمت پر حالات خراب ہوجانے پر شہر میں دفعہ ۱۴۴ نافذ کردی گئی اور اہل حدیث مسجد کو سیل کردیا۔ مولانا ان دنوں فیصل آباد کی مرکزی مسجد اہل حدیث امین پور بازار میں خطیب تھے۔ جب آپ کو اس واقعہ فاجعہ کی اطلاع ملی تو اپنے خاص الخاص شیر دل ساتھی اور بے باک شاعر مولانا ابراہیم خادم شہید رحمہ اللہ کو ساتھ لے کر منڈی جڑاں والا میں پہنچے تو آپ نے مسجد کو سیل پایا تو برداشت نہ کرسکے۔ پولیس کی موجودگی میں دفعہ ۱۴۴ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے متانت اور سنجیدگی کے ساتھ پرجوش احتجاجی خطاب کیا۔ جس سے شہر کے در ودیوار ہل کر رہ گئے۔ مسلکی حمیت وغیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے پرجلال اور باوقار راوی کے مخصوص لہجہ میں اپنا تعارف کراتے ہوئے فرمایا:

''میرا ناں محمد صدیق تے وت دارا خاں نمبردار دا پوتر آں وت راوی دا بلوچ آج نالے شہر فیصل آباد دا خطیب۔ جڑاں

والا دی انتظامیہ بھلی نہ پئی دتے اگر کسے نے کوئی حماقت دا مظاہرہ کیتا تاں اک صدمریاں ساری راوی اکٹھی ہو ویسی تے شہر جڑاں والا دی اٹ نال اٹ وجا دیساں۔''

مولانا کی اس جرأت رندانہ اور جماعتی اظہار غیرت کو اللہ تعالیٰ نے اتنا قبول بخشا کہ یہ مسجد آج تک اہل حدیث کے قبضہ میں ہے اور اس میں خالص کتاب وسنت کی تبلیغ وترویج کا مقدس سلسلہ آج تک جاری ہے۔

۱۶۔آپ کی لائبریری:

آپ کی لائبریری میں سنی کتب کے علاوہ شیعی لٹریچر تقریباً سب موجود ہے۔ زندگی بھر اسلامی مذاہب میں شیعہ مذہب کا ردّ آپ کا پسندیدہ موضوع رہا۔ اور اس وجہ سے شیعیت کے ردّ میں آپ اتھارٹی مانے جاتے تھے اور شیعیت کے تمام موضوعات اور کتابوں پر آپ کو عبور حاصل تھا۔

قرآنِ مجید کے بعد آپ کی پسندیدہ کتاب کون سی ہے؟ میں نے سوال کیا تو آپ نے میرے اس سوال کے جواب میں فرمایا کہ قرآن اور صحیح بخاری کے بعد شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی شہرۂ آفاق کتاب لاجواب ''منہاج السنۃ'' اور مؤرخ بلاذری کی کتاب ''انساب الاشراف'' میری پسندیدہ کتابیں ہیں۔

۱۷۔آپ کی اولاد:

اپنی اولاد کے بارہ کچھ بتلانا پسند فرمائیں گے تو آپ نے فرمایا بفضل اللہ میرے پانچ بیٹے اور چار بیٹیاں ہیں۔ بڑا بیٹا محمد اسحاق تعلیم میٹرک اور شغل تجارت رکھتا ہے۔

دوسرے بیٹے کا نام محمد عباس ہے جو انجینئرنگ میں ڈپلومہ حاصل کیے ہوئے ہے۔

تیرے بیٹے کا نام عبدالرزاق ہے۔ ایف اے، فاضل عربی ہے اور ہائی اسکول میں ماسٹر ہے۔

چوتھے بیٹے کا نام عبدالستار ہے جو بی۔اے کی تیاری میں مشغول ہے۔

پانچویں بیٹے کا نام محمد اقبال ہے۔ میٹرک پاس اور تجارت پیشہ ہے۔

تین بچیاں اپنے گھروں میں آباد ہیں۔ عبدالستار اور محمد اقبال کے نکاح پڑھے جاچکے ہیں مگر رخصتیاں عمل میں نہیں آئیں۔

غزل

ہے دل میں جوش، طبیعت ہے کس قدر موزوں
میں آج مطلع رنگیں جگر کے خوں سے لکھوں

نہ آرزو نہ کشا کش نہ جذبِ سوزِ دروں
خدا کرے کہ میں اس حال میں کبھی نہ رہوں

نہ خانقاہ سلامت، نہ میکدوں کا وہ رنگ
میں اپنے گھر کے سوا اور پھر کہاں جاؤں

تری نگاہ تو ہے خیرۂ شعاعِ فرنگ
تری نگاہ سے میں زندگی کو کیوں دیکھوں

یقیں ہے حسن کی نیندیں حرام ہو جائیں
اگر میں نالۂ بیتابِ دل کو تھام نہ لوں

یہ حادثات کی دنیا ارے معاذ اللہ!
کہیں فسونِ تمنا کہیں فریب سکوں

جو خود بھی پی نہ سکیں اور کو پلا نہ سکیں
میں ان کے ہاتھ سے جامِ حیات چھین نہ لوں

نہ آگہی کا پتا ہے نہ مصلحت کا نشاں
جہاں جہاں سے بھی گزرا ہے کاروانِ جنوں

مرا مقام بہت کچھ ہے خسروی سے بلند
مرے لیے ہے قبائے حریر ناموزوں

(ماہرالقادری)